47

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ،17۔جون2010

تلاوت قرآن پاک وترجمہ اور نعت رسول مقبول ﷺ

سرکاری کارروائی

سالانہ بجٹ برائے سال 11-2010 پر عام بحث کا آغاز ہو گا

49

صوبائی اسمبلی پنجاب

پندرھویں اسمبلی کا اٹھارھواں اجلاس

جمعرات،17۔جون2010

(یوم الخمیس،4۔رجب المرجب1431ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں صبح11بج کر17منٹ پر زیر صدارت جناب ڈپٹی سپیکر رانا مشہود احمد خان منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک وترجمہ قاری محمد علی قادری نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیمO

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ O

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۭ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا
مَا اكْتَسَبَتْ ۭ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ
رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَي الَّذِيْنَ
مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ
وَاعْفُ عَنَّا ۪ وَاغْفِرْ لَنَا ۪ وَارْحَمْنَا ۪ اَنْتَ مَوْلٰىنَا
فَانْصُرْنَا عَلَي الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝

سُوْرَۃُ البَقَرَۃ آیت 286

اللہ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا اچھے کام کرے گا تو اس کو ان کا فائدہ ملے گا بُرے کرے گا تو اسے ان کا نقصان پہنچے گا۔ اے پرورد گار! اگر ہم سے بُھول یا چُوک ہو گئی ہو تو ہم سے مواخذہ نہ کیجیو۔ اے پرورد گار! ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈالیو جیسا تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا۔ اے پرورد گار! جتنا بوجھ اٹھانے کی ہم میں طاقت نہیں اتنا ہمارے سر پر نہ رکھیو اور اے پرورد گار! ہمارے

گناہوں سے در گزر کر اور ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما تو ہی ہمارا مالک ہے اور ہم کو کافروں پر غالب کر o

وماعلینا الاالبلاغ o

نعت رسول مقبول ﷺ جناب عابد رؤف قادری نے پیش کی۔

نعت رسول مقبول ﷺ

بزم تصورات سجی تھی ابھی ابھی
نظروں میں مصطفیٰ کی گلی تھی ابھی ابھی
سینے میں رُک گیا تھا مرا دم اس لئے
طیبہ سے دل کی ڈور ہلی تھی ابھی ابھی
اتنا کرم ہوا کہ مقدر بدل گئے
ان کے کرم کی بات چلی تھی ابھی ابھی
معلوم کر رہے تھے فرشتوں سے جبرائیل
کس کی زبان پہ نعت نبی ﷺ تھی ابھی ابھی
شبیر چشم تر کی حقیقت نہ پوچھئے
مہِ عرب سے آنکھ ملی تھی ابھی ابھی

حافظ محمد قمر حیات کاٹھیا: پوائنٹ آف آرڈر۔

سید حسن مرتضیٰ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کاٹھیا صاحب کے بعد ادھر سے پھر میں آپ کا پوائنٹ آف آرڈر بھی لے لیتا ہوں لیکن معذرت کے ساتھ کہتا ہوں کہ پوائنٹ آف آرڈر تھوڑے ہونے چاہئیں کیونکہ بجٹ پر بحث ہے اور سب نے اس میں حصہ لینا ہے۔ جی، فرمائیں!

تعزیت

ٹوبہ ٹیک سنگھ کے رہائشی علی رضا کی کرغزستان میں شہادت پر دعائے مغفرت

حافظ محمد قمر حیات کاٹھیا: جناب سپیکر! شکریہ۔ یہ سب کے علم میں ہے کہ ایک بہت بڑا قومی سانحہ ہوا ہے جس میں علی رضا نامی بچہ جو ہمارے پاکستان اور ہمارے پنجاب کا بچہ ہے اسے کرغزستان میں شہید کر دیا گیا ہے۔ وزیر خارجہ شاہ محمود قریشی اور وزیر اعظم کی کوششوں سے اس کی میت پاکستان پہنچی اور کل اسے سپرد خاک کر دیا گیا۔ آپ کے توسط سے میری گزارش ہے کہ ایک تو اس کے لئے دعائے مغفرت کروائی جائے اور اس کے لواحقین کے لئے اظہار ہمدردی کیا جائے، اس کے علاوہ پنجاب حکومت کی طرف سے ہمارے وزیر خوراک ملک ندیم کامران صاحب وہاں تشریف لے گئے تھے یہ ان کے حالات دیکھ کر آئے ہیں۔ ان کی والدہ نے اپنی جمع پونجی اور اپنے زیور بیچ کر اسے Electrical Engineer بننے کے لئے بھیجا تھا اس کا مداوا تو نہیں ہو سکتا لیکن اگر حکومت پنجاب ان کی کوئی مدد کر دے تو شاید ان کا کچھ نہ کچھ ہو جائے۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، وزیر خوراک!

میاں محمد رفیق: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ایک منٹ، میاں صاحب! پہلے ان کو بات کر لینے دیں۔

میاں محمد رفیق: جی، میرا سوال اسی سے متعلقہ ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ ان کا جواب سُن لیں اگر تسلی ہو جائے تو ٹھیک ہے ورنہ سوال کر لیجئے گا۔جی، منسٹر صاحب!

وزیر خوراک (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر!میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ وزیر اعلیٰ صاحب کی خصوصی ہدایت پر مجھے حکم دیا گیا کہ میں پنجاب کی اور اس House کی نمائندگی کروں۔ میں ان کے گھر حاضر ہوا تھا اور رفیق صاحب اس لئے بات کرنا چاہتے ہیں کیونکہ وہ ان کا حلقہ ہے اور ان ہی کے حلقہ میں ان کا گھر بھی ہے اور وہ وہیں کے رہائشی ہیں۔ میں جب وہاں پر گیا تو میں نے ان سے رابطہ کیا تھا کہ یہ بھی میرے ساتھ کمپنی کریں لیکن یہ اتفاق سے لاہور میں تھے اس لئے ساتھ نہیں جا سکے۔ جیسا کہ میرے بھائی نے ابھی بتایا کہ فیڈرل گورنمنٹ نے ان کو وہاں سے میت لانے اور دیگر معاملات میں support کیا ہے تو اس سلسلے میں، میں نے چیف منسٹر صاحب کو ساری رپورٹ پیش کر دی تھی۔ سی ایم صاحب نے ان کی مالی امداد اور دیگر معاملات کے حوالے سے decision لیا ہے جو وہ خود announce کریں گے، انشاء اللہ آج اس کی announcement ہو جائے گی۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر!یہ ایک بہت بڑا سانحہ ہے۔ میرے حلقہ کا ایک نوجوان کرغزستان میں شہید ہوا۔۔۔

حافظ محمد قمر حیات کاٹھیا: جناب سپیکر!ان سے کہیں کہ اپنی تصحیح کر لیں، اس کا تعلق میرے حلقے سے ہے۔

میاں محمد رفیق: بھئی!آپ کو کیا تکلیف پہنچی ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں، نہیں۔ پلیز!Chair کو مخاطب کر کے بات کریں۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر!مجھے حیرت ہے کہ میرے بھائی نے پوائنٹ آف آرڈر پر جس سانحے کا ذکر کیا ہے میرے ذکر کرنے پر ان کو پتا نہیں کیا تکلیف پہنچی ہے؟ بہر حال وہ میرے حلقے کا نوجوان تھا جو دو تین ماہ بعد ڈاکٹر بن کر واپس آنے والا تھا۔

حافظ محمد قمر حیات کاٹھیا: وہ انجینئر بن رہا تھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔ میرا خیال ہے بات ہو گئی ہے اس میں گورنمنٹ کا point of view بھی سامنے آچکا ہے ان کے لئے دعائے مغفرت کر لی جائے۔

(اس مرحلہ پر کرغزستان میں شہید ہونے والے پاکستانی طلباء کے لئے دعائے مغفرت کی گئی)

پوائنٹ آف آرڈر

حال ہی میں محکمہ مال چنیوٹ میں بھرتی ہونے والے ملازمین کو وجہ بتائے بغیر ملازمت سے نکالنا

سید حسن مرتضیٰ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! آج جب میں آیا تو باہر میرے ضلع سے تعلق رکھنے والے تقریباً دو، اڑھائی سو کلرک اور درجہ چہارم کے ملازمین احتجاج کر رہے تھے۔ پچھلے دِنوں ہمارے ضلع میں بھرتی ہوئی اور ان لوگوں کو اس میں بھرتی کیا گیا لیکن اب انہیں نئی administration آنے پر نوکریوں سے فارغ کر دیا گیا ہے۔ اگر کوئی غلطی ہوئی ہے تو وہ انتظامیہ کی ہے اس کی درستی کے لئے آپ کمیٹی بنا دیں اور اس پر انکوائری کروالیں۔ ان لوگوں سے مہینہ، ڈیڑھ مہینہ نوکری کروا کے بغیر کوئی وجہ بتائے نکال دیا گیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کون سا محکمہ ہے؟

سید حسن مرتضیٰ: میرے خیال میں محکمہ مال ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میرا خیال ہے آپ جو متعلقہ منسٹر صاحب ہیں ان کو مل لیں اور اگر وہ باہر ہیں تو ان کے ساتھ ابھی جا کر اس مسئلہ کو دیکھ لیں۔ پہلے آپ پتا کر لیں کہ محکمہ کون سا ہے؟

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میں عرض کر رہا ہوں کہ محکمہ مال ہے۔ ڈی ڈی او (آر) آفس میں وہ محکمہ مال ہی بنتا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ حاجی صاحب کو مل کر بات کر لیں کیونکہ میں نے بجٹ پر بحث شروع کروانی ہے۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! آپ مہربانی کریں، اس پر کوئیaction لیں۔

وزیر مال و کالونیز (حاجی محمد اسحاق): جناب سپیکر! اولکھ صاحب کہہ رہے ہیں کہ مجھے پتا ہے کہ ان کا معاملہ کیا ہے اور کون سے محکمہ سے تعلق رکھتا ہے۔ میرے محکمہ میں تو میرے کہنے پر ابھی تک ایک بھرتی بھی نہیں ہوئی۔ یہ میںon the floor of the House کہہ رہا ہوں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! حاجی اسحاق صاحب صرف رضاکار بھرتی کر سکتے ہیں۔ یہ ملازمین بھرتی ہیں تو انہیں کہیں کہ اس کو مذاق نہ سمجھیں۔ وہ بے چارے گرمی میں کھڑے ہیں۔ ان کی بات سُن لیں اور اس پر کوئیaction بھی ہونا چاہئے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: حاجی اسحاق صاحب اور اولکھ صاحب دونوں کے ساتھ آپ چلے جائیں، ان سے جا کر بات کریں اورHouse کو بتا دیں۔

حاجی ذوالفقار علی: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

حاجی ذوالفقار علی: جناب سپیکر! وہ ایجوکیشن کے لوگ ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: چلیں! یہ باہر جا کرdecide ہو جائے گا، House میں توdecide نہ کریں کہ کدھر کے لوگ ہیں۔

جناب محمد مسعود لالی: جناب سپیکر! میری گزارش سُن لیں میرا تعلق بھی چنیوٹ سے ہے یہSMBR صاحب کے آرڈر پر محکمہ مال میں بھرتی ہوئی تھی، ان کوSMBR صاحب کے آرڈر پر ہی نکالا گیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، میں نے اسی لئے کمیٹی بنا دی ہے، آپ بھی ساتھ چلے جائیں۔ جی، لغاری صاحب!

لاہور میں رکشا ڈرائیور کی اپنی فیملی سمیت خودکشی

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! کاٹھیا صاحب نے ابھی جو issue raise کیا ہے اس کے لئے میری ایک گزارش ہو گی کہ کل لاہور میں unfortunately ایک incident ہوا جس میں ایک رکشا ڈرائیور نے اپنی family سمیت خود کشی کر لی۔ وزیر اعلیٰ صاحب نے بہت generosity دکھاتے ہوئے ان کے لئے دس لاکھ روپے امداد کا اعلان کیا اور اس بچے کی family کو جس نے اپنے قیمتی اثاثے اور جو کچھ بھی ان کے پاس تھا بیچ کر اسے تعلیم حاصل کرنے کے لئے کرغزستان بھیجا تھا تو اس family کے لئے بھی کوئی مالی امداد چیف منسٹر صاحب سے گزارش ہے کہ وہ کر دیں اور وہ بچے جن کی تعلیم اب نامکمل رہ جائے گی ان کو پنجاب کے Medical Colleges اور پنجاب کی Engineering Universities میں ان کی competency دیکھتے ہوئے داخلے دے دیئے جائیں، یہ نہیں کہ اگر کوئی اس قابل نہیں ہے تو بھی اس کو دیا جائے اور اگر وہ final year میں تھے تو ان کو final year والوں کے ساتھ بٹھایا جائے اگر وہ اس level کے ہیں تاکہ ان کی تعلیم کا حرج نہ ہو۔ یہ ہمارے پنجاب کے کافی سارے بچوں کا مسئلہ ہے، ان کے مستقبل کا سوال ہے۔ ان کے ماں باپ نے بہت محنت کرکے، اپنا پیٹ کاٹ کر انہیں تعلیم حاصل کرنے کے لئے بھیجا تھا تو میں وزیر اعلیٰ صاحب سے گزارش کروں گا کہ وہ علی رضا کی family کی مالی امداد اور باقی جو بچے ہیں ان کے medical professional colleges میں داخلے کے حوالے سے کوئی حکم صادر فرمادیں۔

جناب طاہر اقبال چودھری: جناب سپیکر! کل جو ایک رکشا ڈرائیور نے خود کشی کی ہے---

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، وہ بات already ہو چکی ہے۔ آپ تشریف رکھیں۔

جناب طاہر اقبال چودھری: وہ ہمارے معاشرے کے منہ پر طمانچہ ہے کہ ایک رکشا ڈرائیور نے اپنے بیوی بچوں سمیت خود کشی کی ہے اور یہ میں حکومت کی بات نہیں کر رہا میں یہ کہہ رہا ہوں کہ جس معاشرے کے اندر ہم رہ رہے ہیں یہ سب سے پہلے ہمارے معاشرے کی ذمہ داری ہے اور اس کے بعد حکومت کی ذمہ داری آتی ہے کہ اس کی priorities کیا ہیں؟ میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ کل خادم اعلیٰ صاحب وہاں تشریف لے گئے ہیں اور انہوں نے اس کو یہ رنگ دیا کہ وہ ان کا گھریلو جھگڑا تھا۔ میں

یہ پوچھنا چاہتا ہوں کیا ان کا کوئی جائیداد کا جھگڑا تھا، کیا ان کا رشتوں کا تنازع تھا؟ جی، نہیں یہی غربت کا جھگڑا تھا، انہوں نے غربت سے تنگ آکر خودکشی کی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: چودھری صاحب! آپ کی بات ہوگئی ہے پلیز! تشریف رکھیں۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: پوائنٹ آف آرڈر۔

تحاریک استحقاق

جناب ڈپٹی سپیکر: پورا دن House چل رہا ہے میں آپ کو اس کے بعد پوائنٹ آف آرڈر دوں گا۔ ابھی ہم تحاریک استحقاق لیتے ہیں۔ اس وقت تحریک استحقاق نمبر 17 محترمہ ثمینہ نوید صاحبہ کی ہے وہ pending کی گئی تھی۔ محترمہ ثمینہ نوید صاحبہ موجود ہیں؟۔۔۔موجود نہیں ہیں اس کو دوبارہ pending کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد اگلی تحریک استحقاق نمبر 12 ہے اس میں چودھری ظہیر الدین خان، جناب محمد یار ہراج، چودھری عامر سلطان چیمہ، محمد محسن خان لغاری، کرنل محمد عباس چودھری، شیر علی خان ہیں۔ یہ کون پیش کرے گا؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں گزارش کرنا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! ایک تو یہ جو point raise کیا گیا ہے اس سے متعلق میں یہ عرض کرنا چاہوں گا اور اس معزز ایوان کے علم میں بھی یہ بات لانا چاہوں گا کہ اس انتہائی افسوسناک اور دکھ کے معاملے کے اوپر ہم قطعی طور پر کوئی بات کرنا چاہتے ہیں، اس کی وجوہات کی تفصیل میں جانا چاہتے ہیں اور نہ ہی کوئی چیز proof کرنا چاہتے ہیں لیکن حقائق کی درستی کے لئے میں یہ عرض کرتا چلوں کہ جو سانحہ کل ہوا ہے وہ سانحہ بالکل اس وجہ سے نہیں ہوا جس وجہ کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ یہ افسوسناک واقعہ گھریلو تنازع کی بنیاد پر ہوا ہے لیکن اس کے باوجود اس بات کو ایک side پر رکھتے ہوئے وزیر اعلیٰ میاں محمد شہباز شریف وہاں پر خود تشریف لے کر گئے اور دس لاکھ روپے سے اس خاندان کی مالی امداد کی۔ اس کے علاوہ اس چیز کا وعدہ کیا کہ جو بچے یتیم ہوئے ہیں ان کی تعلیم کا سارا خرچہ گورنمنٹ اُٹھائے گی۔ یہی وہ معاملہ ہے جس کے لئے حکومت پنجاب نے، میاں صاحب نے تقریباً

35-ارب روپیہ اس بجٹ میں poor initiative کے لئے رکھا ہے تاکہ اس قسم کے لوگوں کی مدد ہو سکے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، اپنی تحریک پیش کریں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میں آپ کی اجازت سے لاء منسٹر صاحب کی بات کو second کروں گی۔ محترم وزیر اعلیٰ صاحب کل وہاں تشریف لے گئے ہیں. It is very nice of him چونکہ میں اس ایریا میں رہتی ہوں لیکن جو reasons وہ بیان کر رہے ہیں وہ بالکل justified نہیں ہیں poverty was the main reason. دوسری بات جو میں point out کرنا چاہتی ہوں وہ یہ ہے کہ جب کوئی مر جاتا ہے تو سب جاتے ہیں اور جا کر کوئی دو لاکھ دے آتا ہے، کوئی دس لاکھ دے آتا ہے لیکن This is not the permanent solution کیا آج حکومت کی توجہ حاصل کرنے کے لئے۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جب آپ بجٹ پر بحث کریں گی تو یہ سب باتیں اس میں آ جائیں گی۔ اب آپ اپنی تحریک استحقاق پیش کریں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب والا! وزیر قانون صاحب سے میری ایک چھوٹی سی درخواست ہے کہ مرے ہوئے کو اور مارا گیا ہے کہ پہلے تو ان کی dead body نہیں آ رہی تھی اور دوسرا کل اس کے بھائی کو arrest کر لیا گیا ہے۔ .Sir, this is not fair یہ بہت بڑی زیادتی ہے۔ گورنمنٹ failure کی وجہ سے اس نے خودکشی کی ہے اور اپنے بچوں کو بھی زہر دیا ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ نے بجٹ پر بحث کرنی ہے یا ساری باتیں ابھی کر لینی ہیں؟

جناب طاہر اقبال چودھری: جناب والا! اگر گورنمنٹ خیال رکھتی تو دس لاکھ روپے کی بھی ضرورت نہیں تھی۔ اب تو وہ اس دنیا سے بھی جا چکا ہے۔(قطع کلامیاں)

جناب ڈپٹی سپیکر: چودھری صاحب! تحریک استحقاق پیش ہو رہی ہے .This is no way سب نے اپنی باری پر بجٹ تقریر کرنی ہے، یہ کیا طریقہ ہے؟ محترمہ! آپ اپنی تحریک استحقاق پیش کریں۔

پنجاب بیت المال کی سالانہ رپورٹ بابت سال 2009ء کا

ایوان میں پیش نہ کیا جانا

محترمہ سیمل کامران: جناب والا! "میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے تحریک استحقاق پیش کرتی ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔

معاملہ یہ ہے کہ پنجاب بیت المال ایکٹ 1991, section 2 میں provided ہے کہ:

"11. **Laying of Annual Report before the Assembly.-**

(1) The Council shall, not later than 15th day of March of each year, prepare report as to the work done by it during the preceding year ending on the 31st day of December and submit the report to the Governor.

(2) The Governor shall cause a copy of the report to be laid before the Provincial Assembly.

مذکورہ رپورٹ کی اہمیت اس امر سے واضح ہو جاتی ہے کہ Section 5 کے تحت اس رپورٹ میں مندرجہ ذیل امور پر حکومت کی کارکردگی کا جائزہ لینا مقصود ہوتا ہے۔

5. **Utilization of the Bait-ul-Mal.-** (1) the Bait-ul-Mal shall be administered by the Council in the manner prescribed and shall be utilized for the following purposes, namely-

(i) relieve and rehabilitation of the poor and the needy particularly poor widows and orphans;

(ii) educational assistance to the poor and deserving students;

(iii) medical assistance to the poor;

(iv) for charitable purpose;

(v) any other purpose of public utility particularly where the beneficiaries

would be the disadvantaged sections of the society; and

(vi) any other purpose approved by the Council.

(2) Subject to the general supervision and control of the Council, the distribution of Bait-ul-Mal Fund shall be carried out by the District Bait-ul-Mall Committee to be constituted by the Council for the purpose in such a manner as the Council may determine.''

مذکورہ قانونی تقاضے اور اہمیت کے باوجود public interest کی حامل رپورٹ برائے سال 2009 کو ابھی تک اسمبلی میں پیش نہیں کیا گیا اور اراکین اسمبلی کو ان کے اس قانونی حق سے محروم رکھا گیا ہے۔ اس قانون ہذا کی صریحاً خلاف ورزی سے نہ صرف میرا بلکہ اس معزز ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے لہذا مجھے اس تحریک استحقاق کو ایوان میں پیش کرنے کی اجازت دی جائے اور اسے باضابطہ قرار دیتے ہوئے مجلس استحقاق کے سپرد کیا جائے۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس تحریک استحقاق کا جواب ابھی موصول نہیں ہوا اس لئے میری یہ گزارش ہو گی کہ اس کو کل تک کے لئے pending فرما دیں۔

سرکاری کارروائی

بحث

سالانہ بجٹ برائے سال 2010-11 پر عام بحث

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ کل تک کے لئے pending کی جاتی ہے۔

اب ہم سالانہ بجٹ بابت سال 2010-11 پر بحث شروع کرتے ہیں۔ واضح رہے کہ یہ بحث اگلے تین روز تک جاری رہے گی اور میری یہ بھی کوشش ہو گی کہ ہر رکن کو اس پر بات کرنے کا موقع ملے۔ تاہم اراکین سے گزارش ہے کہ وہ اختصار سے کام لیں اور اپنی بات پانچ سے سات منٹ میں مکمل

کریں۔ پارلیمانی لیڈر کے لئے یہ پابندی نہیں ہے۔ جو معزز اراکین اس بحث میں حصہ لینا چاہتے ہیں اور اگر اپنے نام بحث کے لئے نہیں بھجوا سکے وہ اپنا نام اور تاریخ لکھ کر سیکرٹری اسمبلی کو بھجوا دیں۔ اب ہم بحث کا آغاز کرتے ہیں۔ میں قائد حزب اختلاف چودھری ظہیرالدین خان کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ بحث کا آغاز کریں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب والا! میری اس سلسلے میں گزارش یہ ہے کہ سال میں ایک موقع ایسا آتا ہے جس میں لوگ کھل کر بول سکتے ہیں۔ اس کو بھی اگر آپ پانچ منٹ تک restrict کر دیں گے تو مناسب نہیں ہو گا۔ کیوں ہم تین دن بحث کر سکتے ہیں اس پر دس دن بحث کیوں نہیں کر سکتے؟ ہم کیوں تین دنوں کے اوپر رُکے ہوئے ہیں؟ میرے سارے بہن بھائی یہاں پر بیٹھے ہیں اور سب لوگ بولنا چاہیں گے اس لئے میری یہ گزارش ہو گی کہ پانچ منٹ کی قدغن نہ لگائیں اس کے لئے دن بڑھا دیئے جائیں۔ اب تو سال میں سو دن اجلاس ہونے ہیں، ابھی بھی ہم تین دن ہی بات کریں گے۔ مہربانی کر کے اس کے لئے دن بڑھا دیئے جائیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ شروع کریں اس کو بڑھاتے جائیں گے، جس کی جیسے تقریر ہو گی اس کو اس حساب سے دیکھتے رہیں گے اور میں یہ بھی بتا دوں کہ ہم اس اجلاس کو آگے بھی چلائیں گے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناءاللہ خان): جناب سپیکر! معزز رکن محسن لغاری صاحب نے جو بات point out کی ہے بالکل درست ہے۔ بحث کے لئے نہ صرف زیادہ دن مختص کئے جا سکتے ہیں بلکہ اگر اپوزیشن چاہے تو ہم اس میں صبح شام کا اجلاس بھی کر سکتے ہیں۔ اجلاس کا دورانیہ بھی بڑھایا جا سکتا ہے تاکہ معزز ممبران اپنے خیالات اور تجاویز کا مؤثر طریقے سے اظہار کر سکیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ معزز قائد حزب اختلاف اپنی تقریر کا آغاز کرنے والے ہیں تو اس دوران interruption مناسب نہیں ہو گی۔ میں ان کے علم میں یہ لانا چاہتا ہوں کہ قائد ایوان آج بروقت تشریف لائے تھے اور ان کا مقصد اور سوچ یہ تھی کہ آج قائد حزب اختلاف کی تقریر خود ایوان میں بیٹھ کر سنوں لیکن حسب روایت ہی آپ کہہ لیں کہ اجلاس پونے دو گھنٹے کی تاخیر سے شروع ہو رہا ہے۔ آج پرائم منسٹر نے اسلام آباد میں تمام وزراءاعلیٰ کی ایک میٹنگ بھی بلائی ہے جس میں اٹھارھویں ترمیم کے حوالے سے discussion ہونی ہے اس دوران وہ اٹھنا چاہیں گے اس لئے میں قائد حزب

اختلاف کے نوٹس میں یہ بات لانا چاہتا ہوں کہ اس بات کو وہ محسوس نہ کریں۔ بہر حال جتنی جلدی آپ تقریر شروع کروادیں تو بہتر ہو گا تا کہ قائد ایوان کی موجودگی میں بات ہو اور جتنا حصہ وہ سن سکیں تو وہ اس سے استفادہ کر سکیں۔ شکریہ (قطع کلامیاں)

محترمہ ثمینہ خاور حیات: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: تشریف رکھیں۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر ! آپ نے کہا تھا کہ تحاریک التوائے کار کے بعد میں آپ کو پوائنٹ آف آرڈر دوں گا

جناب ڈپٹی سپیکر: میں لیڈر آف دی اپوزیشن کو دعوت دے چکا ہوں۔

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): جناب سپیکر !شکریہ

حافظ محمد قمر حیات کاٹھیا: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں نے لیڈر آف دی اپوزیشن کو floor دے دیا ہے۔House کے decorum کا خیال رکھیں Leader of the Opposition کھڑے ہیں۔

حافظ محمد قمر حیات کاٹھیا: جناب سپیکر !ہماری بات سُن لیں۔ ہمارے ساتھ بہت بڑا ظلم ہوا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں، میں نے ان کو floor دے دیا ہے اس کے بعد میں آپ کو موقع دوں گا۔ آپ کیا کر رہے ہیں؟

حافظ محمد قمر حیات کاٹھیا: جناب والا !وزیر اعلیٰ تشریف رکھتے ہیں وہ مظلوموں کی بات سنتے ہیں، ہمارے ساتھ بہت بڑا ظلم ہوا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں نے قائد حزب اختلاف کو floor دیا ہے۔

حافظ محمد قمر حیات کاٹھیا: جناب والا !میں وزیر اعلیٰ کی موجودگی میں بات کرنا چاہتا ہوں اور میری دست بستہ گزارش ہے کہ مجھے بات کرنے کا موقع دیں۔ میں جھولی پھیلا کر آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ مجھے بات کرنے دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جناب! میں آپ کو بعد میں floor دوں گا لاء منسٹر صاحب آپ کی بات پہنچا دیں گے۔ House کے decorum کا خیال رکھیں۔ پلیز! تشریف رکھیں۔ Opposition Leader of the کھڑے ہو گئے ہیں۔ This is wrong. میں بالکل اس کی اجازت نہیں دوں گا۔ آپ تشریف رکھیں۔

(قطع کلامیاں)

حافظ محمد قمر حیات کاٹھیا: جناب والا! اگر ظلم ہی وزیر قانون نے کیا ہو تو پھر کیسے وہ میری بات پہنچائیں گے۔ میں وزیر اعلیٰ کی موجودگی میں بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں آپ کی تمام بات سنوں گا اس وقت آپ تشریف رکھیں۔ House کا decorum ہوتا ہے۔ تشریف رکھیں۔

حافظ محمد قمر حیات کاٹھیا: جناب والا! میں تو جھولی پھیلا کر کہہ رہا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ House کا decorum نہیں ہے۔ آپ اپنی بات قائد حزب اختلاف کو بتائیں اور ان کے through بات کریں۔

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): شکریہ۔ جناب سپیکر! میں اپنی بات شروع کرنے سے پہلے یہ کہنا چاہوں گا کہ ہمارے جو ساتھی ہیں ان میں سے کچھ ساتھیوں نے اتنے شوق کا اظہار اس لئے کیا ہے کہ جس طرح وزیر خزانہ کی بجٹ تقریر کے لئے وزیر اعلیٰ ہاؤس میں تشریف لائے اور آج بھی انہوں نے تشریف لا کر مہربانی کی ہے تو یہ لوگ ان کی موجودگی میں کچھ باتیں کرنا چاہتے ہیں لہذا میں گزارش کروں گا کہ اگر وزیر اعلیٰ صاحب آئندہ بھی اجلاس میں کچھ دنوں کے لئے تشریف لائیں تو میرے یہ معزز ساتھی ان کی موجودگی میں اپنی معروضات پیش کر سکیں گے۔

جناب سپیکر! میں شکر گزار ہوں کہ آپ نے روایت کے مطابق مجھے بجٹ 11-2010 پر بحث کا آغاز کرنے کا موقع فراہم کیا۔ بجٹ ایک نہایت ہی اہم دستاویز ہوتی ہے جس کے مطالعہ سے، جسے پیش کئے جانے سے حکومت کی سمت، اس کے vision اور اس کی policies کا تعین کیا جاتا ہے اور صوبہ کے لوگ انہی اعداد و شمار کے اندر سے اپنے بہتر مستقبل کا تعین کر پاتے ہیں۔ ہم نے اپوزیشن کی حیثیت سے ہمیشہ نیک نیتی کے ساتھ تجاویز دی ہیں، بجٹ پر cut motions دی ہیں لیکن بدقسمتی سے یہ کلچر فروغ پا

چکا ہے کہ ہر اسمبلی میں ہی حکومتی بنچز اور حکومتی ذمہ دار شخصیات نے ان کو یکسر رد کر دینا اپنی ذمہ داری سمجھی ہوئی ہے لیکن ہم نیک نیتی کے ساتھ تجاویز اورcut motions دیں گے جو صوبے کے عوام کی بہتری کے لئے ہوں گی۔میں اور میرے ساتھی یہاں پر جتنی بھی باتیں کریں گے ان کو اس طرح نہ لیا جائے بلکہ ہماری تنقید کو نقاد کی گفتگو کے طور پر لیا جائے۔جو یہ چاہتا ہے کہ جو میں سوچتا ہوں اگر وہ بہتر ہے اور ہماری سوچ ملتی ہے اور اس میں لوگوں کا بھلا ہو پاتا ہے تو اس پر عمل کیا جانا چاہئے۔ہم اسی نظریے کے ساتھ اپنی تجاویز اورcut motions دیں گے اگر ان سے صوبہ کی عوام کا بھلا ہوتا ہے تو پھر میں یہ امید رکھتا ہوں کہ حکومت کے لوگ ان کو اپنالیں گے اور اس سے بجٹ کی بہتری کی صورتحال بھی نکلے گی۔

جناب سپیکر!موجودہ حکومت اپنا تیسرا بجٹ پیش کر چکی ہے مگر اس کی معاشی، زرعی، تعلیم اور صحت کیpolicies کی ابھی تک کوئی سمت طے نہیں ہو پائی۔صرف لفظوں یا اعداد وشمار کے مطابق اس کا عزم ظاہر کرنے سے لوگوں کی تکالیف کا ازالہ نہیں ہو پاتا۔ہمیں معلوم ہے کہ کچھ وجوہات کی بنا پر ان کے سامنےchallenges ہیں اور ان میں سب سے بڑی وجہ financial constraints ہیں اور صوبہ ایک مقروض صورتحال کے اندر آ چکا ہے۔اس قرضے میں پھنس جانے کی وجہ سے اپنے اہداف پورے نہیں کر پاتا۔بجٹ کے اندر جو اہداف رکھے جاتے ہیں اول تو وہ رقم محکموں تک پہنچ ہی نہیں پاتی، جب وہ پوری رقم محکموں تک نہیں پہنچتی تو لا محالہ اس کی utilization بھی بہت poor ہوتی ہے۔یہ ریکارڈ گواہ ہے کہ گزشتہ تین سال کے اندر 40 اور 45 فیصد کے درمیانutilization ہوئی ہے۔پچھلے سال کے اندر 43 فیصدutilization ہوئی ہے۔پچھلی دفعہ یہ بجٹ175۔ارب روپے کا تھا اس میں سے صرف75۔ارب روپے استعمال کیا جا سکا ہے اور یہ بھی اپوزیشن کی تنقید، آزاد ذرائع اورholders stake کے احتجاج کی وجہ سے یہ سب کچھ ہو سکا ہے اس کی نشاندہی کے باوجود بھی آزاد ذرائع لکھ رہے ہیں کہ یہ lowest in the history ہے۔ اگر چیف ایگزیکٹو کی ٹیم اس کی بہتری کے لئے کوشش کرے تو اسے improve کیا جا سکتا ہے۔اگر ان کی ٹیم کا کیپٹن 24 گھنٹوں میں سے 22 گھنٹے جاگتا ہے اور ان کی ٹیم 24 گھنٹوں میں سے 22 گھنٹے سوتی ہے تو اس کا نتیجہ یہی نکلے گا جو اس وقت ہے۔

جناب سپیکر! جو targets fix کئے جاتے ہیں ان کی recovery بھی مایوس کن ہے۔جب بات ہوتی ہے کہ فنڈز محکموں تک نہیں پہنچے لیکن جون کا مہینہ آرہا ہوتا ہے تو پھر divisible pool کی رقم جو لیٹ ہو جاتی ہے اس کے پیچھے چھپنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ہم سمجھتے ہیں کہ پنجاب کو قرضوں کی معیشت پر چلایا جارہا ہے اور اس وقت قرضے اتنے بڑھ چکے ہیں کہ ان کے لئے بہتر management financial کی ضرورت ہے جو ساتھ ساتھ پراجیکٹ مینیجمنٹ کو بھی ساتھ لے کر چلے۔یہ کہنے کو ہے کہ پچھلا ریکارڈ بہتر governance کا تھا لیکن ہم نے دیکھنا ہے کہ اس وقت جو ہمارے سامنے ہے اگر اس وقت یہ حال ہے تو اُس وقت بھی معروضی حالات شاید یہی تھے لیکن میڈیا کے نہ ہونے کی وجہ سے اس وقت لوگوں کے سامنے نہیں آسکا تھا، اس وقت ایک vibrant اور فعال میڈیا ہے، اس سے کچھ بھی نہیں چھپایا جاسکتا۔ آپ ہر چیز کو لفظوں کے چکر میں لے کر آئیں گے لیکن اگر on ground دیکھا جائے گا تو وہ ایسی صورتحال ہو جائے گی کہ پھر اثاثوں کو نیلام کرنا پڑے گا۔اثاثوں کو نیلام کرنے کی صورت میں بھی اگر پورا نہ ہو سکے تو یہ ایک بہت لمحہ فکریہ ہے اور عوام پھر مایوسیوں میں گھر جاتے ہیں۔میں چاہوں گا کہ پرانے سیاستدانوں کے ہوتے ہوئے جن کی governance، جن کی executive ness chief دوسری دوسری اور تیسری تیسری دفعہ ہونے کو آئی ہے ان کا تجربہ، ان کی wisdom اگر collective wisdom کے ساتھ مل جائے گی تو اس سے صوبہ کی عوام کی بہتری ہو سکتی ہے۔میں اپنی اور اپنے ساتھیوں کی طرف سے یقین دلانا چاہتا ہوں کہ ہم اپوزیشن میں decency کا culture لانا چاہتے ہیں لیکن ہمیں اس میں بعض اوقات کڑوی باتیں کرنا پڑتی ہیں لیکن ان کا مقصد یہ نہیں ہوتا بلکہ ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ہم across the river بیٹھے جو چیز دیکھ رہے ہیں وہ آپ تک پہنچا دیں۔آپ تک پہنچانے کا طریق کار یہاں پر تو کبھی کبھی ملتا ہے لیکن ہمیں اکثر الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کے ذریعے وہ طریق کار ملتا رہتا ہے۔

جناب والا! اس وقت پنجاب کے اندرونی اور بیرونی قرضوں کا حجم 485-ارب، 70 کروڑ روپے ہے۔94.92-ارب روپے کے اندرونی قرضے ہیں اور غیر ملکی قرضے 390.78-ارب روپے کے ہیں۔ اس سال پنجاب حکومت 21-ارب 28 کروڑ روپے سود ادا کرے گی۔بجٹ سٹیٹمنٹ میں جھوٹ بولا گیا ہے کہ پنجاب مقروض نہیں ہے۔وزیر خزانہ نے اعتراف کیا ہے کہ ہماری GDP 1.2 فیصد رہی ہے اور اس دفعہ 4.25 فیصد پر جائے گی۔جو چیزیں آگے آنے والی ہیں، جس طرح پچھلا بجٹ استعمال کیا گیا اور

جس طریقے سے یہ بجٹ present کیا گیا ہے اگر machinery اور mechanism وہی ہے تو پھر یہ mechanism بدلنا پڑے گا۔ یہاں وزیر اعلیٰ صاحب تشریف فرما ہیں میں آپ کی وساطت سے یہ کہنا چاہوں گا کہ آپ تک بہت سی باتیں نہیں پہنچ پاتیں۔ ایسے محکمے جو کام کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور جن کے بغیر کام کیا ہی نہیں جاتا میں آگے ان پر آتا ہوں۔ اگر ان کے لئے کوئی فنڈ نہیں رکھا جائے گا تو کام نہیں ہو پائے گا جیسے کہ P&D ہے جو آپ کی چیزوں کو wear up کرتا ہے میں اس کے لئے ایک تجویز دینا چاہوں گا کہ جب باتیں ہاتھ سے نکلتی چلی جاتی ہیں اور نکل رہی ہوتی ہیں تو اپنی طرف سے کام شروع کیا جاتا ہے۔ آج اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ اخراجات میں کمی کی جائے۔ وزیر خزانہ صاحب تشریف فرما ہیں، صرف زبانی کہہ دینے سے کچھ نہیں ہوتا کہ اس سال austerity drive شروع ہو گی۔ Ultimately جب بجٹ آتا ہے تو اس میں austerity drive کا پتا چلتا ہے۔ 10-2009 کے بجٹ میں وزیر اعلیٰ پنجاب کے سیکرٹریٹ کے لئے 16 کروڑ روپے تھا لیکن 29 کروڑ روپے خرچ ہوا۔ یہ نہیں ہونا چاہئے۔ میں یہاں پر supported by document figures quote کر رہا ہوں۔ پچھلے سال 29 کروڑ روپے خرچ کئے گئے ہیں یعنی یہ 80 فیصد زیادہ ہیں۔ رواں سال بجٹ میں وزیر اعلیٰ سیکرٹریٹ کے لئے 16 کروڑ روپے کے بجٹ کو بڑھا کر 26 کروڑ روپے کر دیا گیا ہے یعنی 80 فیصد اضافہ کر دیا گیا ہے۔ 80 فیصد پچھلی دفعہ زیادہ خرچ ہوا اور 80 فیصد اس دفعہ زیادہ خرچ ہوا۔ میں کہنا چاہتا ہوں کہ 25 فیصد اخراجات کم کئے جائیں اور خادم اعلیٰ کو چاہئے کہ وہ اپنے اخراجات کنٹرول کر کے مثال قائم کریں۔ پنجاب کا مقروض خزانہ اتنا مہنگا خادم afford نہیں کر سکتا۔ اگر خادم اعلیٰ بننا ہے تو اس کے لئے ایسی سطح پر آنا پڑے گا کہ لوگ کہیں کہ ہاں ہمارے چیف ایگزیکٹو نے اتنا cut کیا ہے اور ہمیں بھی اپنے گھروں میں cut کرنا چاہئے، ہمیں اپنی بجلی کم استعمال کرنی چاہئے، ہمیں چینی کا استعمال کم کرنا چاہئے اور ہمیں اپنی دوسری استعمال کی چیزوں میں کمی کرنی چاہئے۔ چیزیں اوپر سے چلتی ہیں، یہ down affect trickle ہوتا ہے۔ بادشاہ کا جو لباس ہوتا ہے وہی عوام کا لباس بن جاتا ہے۔ یہاں مشکل یہ ہے کہ لوگوں کی خواہش تو ہوتی ہے کہ وہ بادشاہ کے لباس کو اپنا سکیں، اس جیسی رہائش اپنا سکیں، اس جیسا کھانا پینا اپنا سکیں، اس جیسی drive اپنا سکیں لیکن یہ سب کچھ ان کی پہنچ میں نہیں ہوتا۔ لوگوں کو سکون دینے اور ان کی عزتیں رکھنے کا طریقہ یہی ہے کہ ہم سب منتخب لوگوں کو چاہئے کہ ہم اپنا رہن سہن اس سطح پر لے آئیں کہ عام لوگ بھی اس

کو اپنا سکیں۔ میں اپنے آپ کو بھی اس میں شامل کرتا ہوں۔ پنجاب اسمبلی کے 371 ممبران اپنا لباس، رہن سہن اس سطح پر لے آئیں کہ عام لوگ بھی اس کو اپنا سکیں۔ مجھے یاد آ گیا، ایک پنجابی شاعر نے ان لیڈر حضرات کے لئے کہا تھا کہ:

دنیا دے وچ رکھ فقیرا ایسا بہن کھلون
کول ہوویں تے ہسن لوکی، ٹر جاویں تے رون

مگر یہاں پر تو سب کچھ الٹ ہو رہا ہے۔ میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ اخراجات کو control کرنا آپ کے اختیار میں ہے۔ مجھے علم ہے کہ اگر چیف ایگزیکٹو اس طرف نظر کریں گے، اگر ان کے اپنے سیکرٹریٹ سے austerity drive واقعی on ground آ گئی تو پھر ان کے وزراء بھی ایسا ہی کریں گے۔ کہا تو یہ جا رہا ہے کہ ان وزراء کو 1300-CC کی گاڑیاں دی جائیں گی لیکن جب ان کے زیر استعمال گاڑیاں دیکھی جاتی ہیں تو ان کی تو CCs ہی ختم نہیں ہوتیں۔ یہ زیر استعمال، زیر نظر اور زیر تحریر میں جو فرق ہے اس کو ختم کیا جانا چاہئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر austerity drive کی شروعات کرنی ہیں تو پھر یہ چیف ایگزیکٹو کو اپنے سیکرٹریٹ اور اپنی ذات سے شروع کرنی چاہئے۔ ابھی تک ہم مایوس نہیں ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اس سال یہ austerity drive ضرور شروع ہو جائے گی۔

جناب سپیکر! اب میں Local Government کے حوالے سے کچھ بات کرنا چاہتا ہوں۔ بلدیاتی اداروں کے لئے اس دفعہ 164۔ارب روپے رکھے گئے ہیں۔ لوکل گورنمنٹ کے پچھلے دو سالوں سے funds رُکے ہوئے تھے۔ پچھلے دو budgets کے اندر جو available funds تھے وہ رُکے ہوئے تھے۔ میں یہاں پر یہ گزارش کرتا چلوں کہ تین budgets آ چکے ہیں۔ آئینی اور قانونی طور پر تنویر اشرف کائرہ صاحب کے لئے اب مزید دو budgets پیش کرنے کی مہلت رہ گئی ہے یعنی یہ مزید دو سے زیادہ بجٹ پیش نہیں کر سکتے۔ یہ پہلے تین بجٹ برباد کرنے کے بعد اگر اگلے دو بجٹ اچھے پیش کرنے کی کوشش بھی کریں گے تو پھر بھی لوگ ان کی کوئی بات نہیں مانیں گے کیونکہ جو شخص تین بجٹ برباد کر سکتا ہے وہ اگلے دو budgets میں سب کچھ ٹھیک نہیں کر سکتا۔ آپ دیکھیں کہ اس وقت آپ کی حکومت کس جگہ پر کھڑی ہے، کس کنارے پر کھڑی ہے، آدھے سے زیادہ وقت گزر چکا ہے۔ تیسرا سال بھاگا چلا جا رہا ہے جبکہ عوام کے مسائل اُمنڈتے چلے آ رہے ہیں۔ کسی نے کیا خوب کہا تھا کہ

"اُمنڈتے ہوئے اندھیروں کو دیکھ کر ڈوبتے ہوئے سورج نے کہا، ہے کوئی جو میری جگہ لے سکے؟"تو ایک ٹمٹماتے ہوئے دیئے نے کہا "ہاں میں کوشش کروں گا" آپ ٹمٹماتا ہوا دیا بن جائیں اور ان اندھیروں میں روشنی بکھیرنے کی کوشش کریں۔ پچھلے دو سالوں میں لوکل گورنمنٹ کے اندر 100,125۔ارب روپے برباد ہوگئے۔ایک پیسا بھی کسی جگہ خرچ نہیں ہوا۔کوئی ایک ٹاؤن یا ضلع ایسا نہیں ہے کہ جہاں پر یہ بجٹ خرچ ہوا ہو، اگر خرچ نہیں ہوا تو پھر یہ بجٹ کہاں چلا گیا؟اب اس مرتبہ لوکل گورنمنٹ کے لئے164۔ارب روپے مختص کئے گئے ہیں اور نوید سنائی گئی ہے کہ یہ خرچ ہوں گے لیکن یہ حکومت کی ایک صوابدید ہے۔ آئین و قانون کی پاسداری کرتے ہوئے ان کو چاہئے کہ 90دن کے بعد بلدیاتی الیکشن کروا دیں۔اس سے یہ بات سامنے آئے گی کہ یہ حکومت اور یہ حکمران جمہوری لوگوں کے اوپر اعتماد کرتے ہیں۔اگر یہ90دن کے بعد الیکشن نہیں کروائیں گے،Administrators کے ذریعے یہ بلدیاتی نظام چلاتے رہیں گے اور یہ164۔ارب روپے بھی انAdminisrators کے ذریعے خرچ کرتے ہیں تو اس پر لوگوں کے بہت سے تحفظات ہیں۔وہTMOs,TOsاور وہ عملہ جن کی ترقیاں، تنزلیاں اور تبادلے ان لوگوں کی قلم کے نیچے ہیں اور ان کا انگوٹھا ان کی شہ رگ پر ہوتا ہے تو پھر وہ عوامی فلاح کے کیا منصوبے لے کر آئیں گے؟یہ164۔ارب روپے اُجڑنے کو ہیں مہربانی کرکے ان کو سنبھالا جائے۔ان کو سنبھالنے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ فوری طور پر بلدیاتی اداروں کے الیکشن کروائے جائیں۔رولز کے مطابق نئے منتخب بلدیاتی سربراہوں نے takeover کرنا تھا لیکن انہوں نے ایسا نہیں ہونے دیا۔ان کی اپنی حکومت ہے اور جس طرح کےbye-electionہو رہے ہیں اس کے مطابق بلدیاتی اداروں میں بھی انہی کے اپنے ہی لوگ منتخب ہو کر آنے تھے لیکن اپنے بندوں پر بھی ان کو اعتماد نہیں ہے۔اس وقت جو Adminisrators کام کر رہے ہیں ان کے حوالے سے میں اپنے ٹاؤن کی بات کروں گا۔وہاں پر تہہ بازاریاں زوروں پر ہیں۔وہاں پر encroachment اپنے عروج پر ہے۔ بھتہ جات وصول کئے جا رہے ہیں۔فیصل آباد جو کہ پاکستان کا تیسرا اور پنجاب کا دوسرا بڑا شہر ہے۔اس کی دو بڑی سڑکوں ستیانہ روڈ اور جڑانوالہ روڈ کی آپ حالت جا کر دیکھ لیں۔وہاں پر لوگوں نے آدھی آدھی سڑکیں encroach کر لی ہیں۔سرکاری زمینوں کے اوپر نئی دکانیں بنائی جا رہی ہیں۔وہاں پر constructed دکانیں بن رہی ہیں، پکی دکانیں بن رہی ہیں، ان پر لنٹر ڈالے جا رہے

ہیں۔یہ سب کچھ وہاں کےAdminisrators کے علم میں ہے۔شام کے وقت Adminisrators کے بندے وہاں پر جاتے ہیں اور ان encroachment کرنے والوں سے وصولیاں کرتے ہیں۔اب انہی کے ذریعے 164۔ارب روپے اس سال خرچ کئے جائیں گے۔میں چاہوں گا کہ بہتر صورتحال کے لئے وزراء صاحبان کچھ نہ کچھ عملی طور پر اقدامات اٹھائیں۔

جناب سپیکر!اس وقت پنجاب حکومت کی طرف سے اشتہارات آ رہے ہیں کہ ہم نے 12۔ارب روپے کے اثاثے فروخت کرنے ہیں۔12۔ارب روپے بہت بڑی رقم ہے۔اگر market value کے حساب سے calculate کیا جائے تو ان اثاثوں کی قیمت تقریباً50۔ارب روپے بنتی ہے۔اس وجہ سے نقاد لوگ،اداریے لکھنے والے لوگ کہتے ہیں کہ پنجاب کے اوپر "برائے فروخت"کا بورڈ لگا دیا گیا ہے۔میں کہتا ہوں کہ اپنے اثاثوں کو بچایا جائے اور اپنے اثاثوں کو بچانا اپنی عزت کے لئے بھی ضروری ہے۔کہتے ہیں کہ اگر وارث قابل ہوں تو وہ اپنے اثاثوں میں اضافہ کرتے ہیں لیکن اگر نالائق ہوں تو پھر وہ اپنے اثاثوں کو فروخت کرتے ہیں۔نجکاری کے نام پر اثاثوں کی لوٹ مار بند کی جائے۔جتنے funds ان اثاثوں کو فروخت کر کے حاصل کرنے کا target ہے وہ دوسرے شعبوں خصوصاً غیر ترقیاتی اخراجات میں بچت کر کے پورے کئے جائیں۔

جناب والا!!میں شعبہ صحت کے حوالے سے بھی چند باتیں کرنا چاہتا ہوں۔محکمہ صحت اور صحت عامہ پنجاب کو اگر ترجیح دینی ہے تو کم از کم اس محکمے کا کوئی وزیر تو بنا دیتے۔حکومت کا شعبہ صحت کے حوالے سے کتنا interest ہے؟اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ محکمہ صحت کا ابھی تک کوئی وزیر ہی نہیں بنایا گیا۔اگر کسی کو makeshift arrangement کے لئے اضافی چارج دیا گیا ہے تو وہ بدلتا رہتا ہے۔اس Adhoc system کو discourage کرنا چاہئے۔اس وقت پنجاب میں 2900 ڈاکٹروں کی اسامیاں خالی ہیں۔یہ اسامیاں اس لئے خالی نہیں ہیں کہ ڈاکٹر موجود نہیں،ڈاکٹر تو موجود ہیں لیکن انہیں appoint نہیں کیا جارہالہذا میں گزارش کروں گا کہ ان خالی اسامیوں کو فوری طور پر پُر کیا جائے۔صرف یہ کہہ دینے سے معاملات حل نہیں ہوتے کہ ہم نے صحت کے لئے سب کچھ کر دیا ہے۔اس کے لئے کوئی جامع پالیسی اپنائی جائے۔سینکڑوں doctors مایوس ہو کر باہر کے ممالک

چلے گئے ہیں۔ صرف ڈیڑھ ہفتہ پہلے 200 Doctors نے ex-Pakistan leave لی ہے اور وہ ملک چھوڑ کر باہر چلے گئے ہیں۔

جناب سپیکر! میں یہ بھی تجویز کروں گا کہ ہیپاٹائٹس اور ایسے ہی دوسرے امراض کے علاج کے لئے زیادہ فنڈز مختص کئے جائیں۔ یہاں نئے ہسپتال بنانے کا کہا جا رہا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ پہلے سے موجود ہسپتال تو بے آباد پڑے ہوئے ہیں۔ پہلے سے موجود ہسپتالوں کے اوپر تو اس حکومت کی توجہ نہیں ہے جبکہ نئے ہسپتال بنانے کا کہا جا رہا ہے۔ یہاں پر نئے Cardiac Centres بنانے کا اعلان کیا گیا ہے۔ میرے ساتھی محسن لغاری صاحب نے مجھے بتایا ہے کہ ڈیرہ غازی خان کے Cardiac Centres کے بارے میں بہت کچھ کہا جا رہا ہے لیکن on ground وہاں پر ابھی تک کچھ نہیں کیا گیا۔ یہاں پر نئے Cardiac Centres بنانے کا ذکر کیا گیا لیکن وزیر آباد کا Cardiac Centre جو آدھے سے زیادہ بن چکا ہے اس کا ذکر اس موجودہ بجٹ میں صرف اس لئے نہیں کیا گیا کیونکہ اسے چودھری پرویز الٰہی صاحب نے شروع کروایا تھا۔

جناب والا! صوبہ پنجاب میں لیڈی ہیلتھ وزیٹرز کی 25 ہزار اسامیاں خالی ہیں انہیں پُر کیا جائے اور زیر تعمیر ہسپتال اسی سال مکمل کر کے ان کا ہدف پورا کیا جائے۔ (شور وغل)

جناب سپیکر! House کو in order کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: House, in order کریں اور اپنی اپنی seats پر بیٹھیں۔

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): جناب سپیکر! 10-2009 کے بجٹ میں انصاف کی تیز فراہمی کے لئے 459 ملین روپے رکھے گئے تھے اور رواں مالی سال میں یہ بجٹ کم کر کے 50 ملین روپے کر دیا گیا ہے۔ یہ رقوم پچھلے سال سے nine percent کم کر دی گئی ہیں کیا ہر جگہ انصاف کا دور دورہ ہو گیا ہے۔ یہ جو excess to justice کے لئے کہا جا رہا تھا اس کی رقم اتنی کم کر دی گئی۔ عدلیہ آزاد ہے لیکن عدلیہ کے صرف آزاد ہونے سے عدلیہ deliver نہیں کر سکتی۔ عدلیہ کو ایک conducive atmosphere دینا ضروری ہے، اس کے لئے ان کو retiring rooms والی عدالتیں دینا ضروری ہیں اور ان کے لئے عملہ دیا جانا ضروری ہے لیکن یہ بجٹ کم کر کے نہیں ہو سکتا۔ آپ کو چھوٹی عدلیہ کی طرف دھیان دینا ہو گا۔ آپ ملتان کی عدلیہ کی مثال لے لیں وہاں کے وزیر اعظم ہیں، میں ایک کیس کو ذاتی

طور پر جانتا ہوں جس میں انہوں نے اپنی وراثتی جائیداد لینے کے لئے کیس کیا ہوا ہے، 6 سول جج بدل چکے ہیں لیکن ابھی تک فیصلہ نہیں ہوا۔ ہم direction دیئے جانے کے لئے عدلیہ سے استدعا کر سکتے ہیں لیکن جب provincial level پر excess to justice کے لئے یہ صورتحال ہے اور میں یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ excess to justice کے لئے جو رقم درج کی گئی ہے کسی دوسری طرف سے کوئی انتظام کر کے اس کی رقم بہتر کی جائے۔ انصاف ترجیح نہیں رہی اگر انصاف اس صوبے کی ترجیح ہوتی تو excess to justice کے لئے پیسے بڑھائے جاتے، کم نہ کئے جاتے۔

جناب والا! اب میں ترقیاتی بجٹ کے بارے میں کچھ گزارشات کرنا چاہوں گا۔ گزشتہ سال بجٹ کا 43 فیصد سے زیادہ استعمال نہیں ہوا۔ 175۔ارب روپے کا budget announce کیا گیا تھا اور 90.80۔ارب روپیہ استعمال ہوا، رقم اتنی ہی تھی ورنہ کوئی وجہ نہیں تھی کہ رقم ہوتے ہوئے یہ منصوبے شروع نہ کئے جاتے اور یہ منصوبے پایۂ تکمیل تک نہ پہنچ پاتے۔ میری نظر سے ایک اشتہار گزرا کہ جنوبی پنجاب کے اندر 135۔ارب روپے کے منصوبے شروع کئے گئے ہیں۔ جھوٹ بولنے کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ پچھلے بجٹ میں 5۔ارب روپیہ reflect کیا گیا ہے جو 175۔ارب روپے کا صرف 2.5 فیصد بنتا ہے جو زکوٰۃ کے برابر ہے، اگر 135۔ارب روپے کے منصوبے شروع کر دیئے تھے تو پھر باقی منصوبے کہاں چلے گئے؟ یہ اسی طرح ہے کہ ایک شخص اپنے گھر آیا تو اس کا ڈیڑھ کلو گوشت گم تھا اس نے اپنے ملازم سے پوچھا کہ ڈیڑھ کلو گوشت کدھر چلا گیا ہے؟ ملازم نے کہا کہ بلی کھا گئی ہے۔ بلی کا وزن کیا تو وہ ڈیڑھ کلو کی نکلی، اس شخص نے پوچھا کہ اگر یہ ڈیڑھ کلو بلی کا وزن ہے تو گوشت کہاں ہے اور اگر یہ وزن گوشت کا ہے تو پھر بلی کہاں ہے؟ اگر 135۔ارب روپے ادھر دیئے گئے ہیں تو باقی کہاں لگائے گئے ہیں؟ جھوٹ کا یہ چکر زیادہ دیر تک نہیں چل سکتا لہٰذا میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ حقیقت پسندانہ steps لئے جائیں۔

جناب سپیکر! PST roads کے پروگرام کے اندر ہوتا ہے کہ اگر انہیں دو سال تک repair نہ کیا جائے گا جو 38 ہزار روپے per kilometer repair ہوتی ہے تو یہ ختم ہو جائیں گی۔ farm to market roads تقریباً 32 ہزار کلومیٹر ہیں وہ برباد ہو چکی ہیں لہٰذا ان کی repair کروائی جائے تاکہ دیہی علاقوں کے لوگ سکھ سے اپنے گھروں کو جا سکیں۔

جناب سپیکر! میں یہ گزارش کروں گا کہ فیصل آباد پاکستان کا بہت بڑا شہر ہے اس میں ایک ring road announce کی گئی تھی اور اس حکومت نے آنے کے بعد اس کو own بھی کیا لیکن اس ring road کو پھر drop کر دیا گیا وہ ایک چھوٹی رقم کا منصوبہ ہے تو اس کو کم از کم اس دفعہ شروع کر کے کسی اور project میں لایا جائے تاکہ کچھ تھوڑا سا حصہ بن جائے کیونکہ اس شہر کے باسی سمجھتے ہیں کہ اس ملک کو ٹیکس دینے میں ہمارا بہت حصہ ہے تو ہمیں کچھ نہ کچھ relief ہو کیونکہ ان roads سے ہی development and prosperity کے راستے کھلتے ہیں۔

جناب سپیکر! میں فنانس منسٹر کی خدمت میں ایک بات عرض کرنا چاہوں گا کہ یہ ناقابل فہم بات ہے کہ ہر سال ترپالوں کے نیچے اور ٹوٹی پھوٹی بوریوں میں گندم کے ڈھیر لگا دیئے جاتے ہیں اور ہر سال اس کا ضائع ہونے کا صرف خدشہ ہی نہیں ہوتا بلکہ ہر سال یہ گندم ضائع ہو جاتی ہے اور یہ تماشا جاری رہتا ہے۔ پچھلے مالی سال میں گندم کے گوداموں کے لئے 10 کروڑ روپے رکھے گئے تھے اور ایک رپورٹ کے مطابق اس رقم کو کم کر کے ایک کروڑ روپیہ کر دیا گیا تھا، پچھلے سال ایسا کیوں کیا گیا تھا اور بقیہ رقم کہاں چلی گئی؟ اب 20 کروڑ روپے مختص کئے گئے ہیں، دیکھئے اس میں کمی کا اعلان کب آتا ہے؟ اس دفعہ گندم کی جتنی procurement announce کی گئی تھی اس سے بھی کم procure کی گئی اور میں آگے جا کر اس کا figure دے دیتا ہوں۔ پچھلے سال announce کیا گیا تھا کہ ہم airports کے قریب goods storages بنائیں گے اور گندم کی storage کے لئے 10 کروڑ روپیہ لازمی utilize کر لیں گے۔ اب یہ اس بات پر جواب دہ ہیں کہ پہلے 10 کروڑ روپے کو کم کر کے ایک کروڑ روپیہ کر دیا گیا اور وہ ایک کروڑ روپیہ بھی utilize نہیں ہوا، یہ انداز حکمرانی نہیں بلکہ انداز بربادی ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ پنجاب حکومت گودام تعمیر کرنے میں بالکل سنجیدہ نہیں ہے۔

جناب سپیکر! زراعت پنجاب کی ہی نہیں بلکہ پاکستان کی ریڑھ کی ہڈی کہلاتی ہے لیکن اس کے اندر جس چیز کو neglect کیا گیا میں اس کا ذکر کرتا ہوں اور اس سے آگے بڑھ جانا چاہتا ہوں۔ سال 2009-10 کے بجٹ میں زرعی تحقیق کے لئے ایک ارب 2 کروڑ روپے مختص کئے گئے تھے اور اس دفعہ اس رقم کو کم کر کے 96 کروڑ روپے کر دیا گیا ہے۔ نئے بیج، extension and research کے لئے ساری دنیا میں maximum کام کیا جاتا ہے۔ پاکستان میں edible oil میں اس کا gasoline import bill

تقریباًimport billکو چھو رہا ہے۔ نتائج آ رہا ہے اور نہ researchکے اوپر کوئی کام کیا جا رہا ہے۔ یہ سمجھ سے بالاتر ہے کہ Agriculture کی research کی رقم کیوں کم کی گئی ہے اور لاء منسٹر صاحب یہاں پر تشریف رکھتے ہیں یہ بات ان کے بھی سوچنے کی ہے اور اگر یہ بات Executive Chiefتک پہنچا دی جائے کہ کافی دنوں سے اشتہار آ رہا ہے اور اس اشتہار کے اوپر کروڑوں روپے لگ چکے ہیں کہ fresh Agriculture And Engineer Graduatesکو 12 ایکڑ زمین دی جائے گی، میرے علم میں یہ بات آئی ہے اور دو نام بھی میرے پاس ہیں جو پانچ پانچ، چھ چھ ماہ کی pre mature ماہ کی ریٹائرمنٹ لے کر 12/12 ایکڑ لے رہے ہیں۔ یہ سکیم fresh unemployed Graduates کے لئے شروع کی گئی تھی اور یہ سکیم 07-2006 کی proposed تھی جس کو take upکر لیا گیا، ہم اس کو ایک بڑی اچھی بات سمجھتے ہیں لیکن اس کے اندر پھر وہی بات ہو رہی ہے جو ہر محکمے کے اندر ہو رہی ہے۔ Retired آدمی جو اپنی inningکھیل چکا، یہ اس کے لئے نہیں تھی۔ میرے دوست عامر سلطان چیمہ صاحب کے پاس وہ دونوں نام ہیں جو اپنی budget speechکے اندر آپ کو بتا دیں گے۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس سال گندم کی خریداری کا ہدف 5 ملین ٹن مقرر کیا گیا تھا اور یہ گندم 3.4 ملین ٹن purchaseکی گئی۔ یہ کسان کے ساتھ بہت بڑی زیادتی ہے اس کو یہ امید دے دی جاتی ہے کہ ہم اس سال تم سے 5 ملین ٹن گندم خریدیں گے اور 5 ملین ٹن گندم پیدا کرنے والے کسان سے جب 3.2 یا 3.4 ملین ٹن گندم procurementکر کے بند کر دی جاتی ہے تو وہ باقی گندم ہاتھ میں اٹھائے پھرتا ہے تو وہ اس گندم کا کیا کرے؟ پہلے ہی in houseوہ کیا جائے جس کے حساب سے لوگ کام کریں۔ پاکستان میں جس taxation کی بات ہو رہی ہے میں اس بارے میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہاں پر 94.5 فیصد کاشتکار 12 ایکڑ تک کے مالک ہیں اور 12 ایکڑ تک کے کاشتکار ٹیکس سے مستثنیٰ ہیں لیکن ان پر indirect taxationبہت زیادہ ہے، ان سے 3 یا 4 فیصد سے اوپر ٹیکس لیا جا رہا ہے۔ یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ اس taxationسے ہی سب کچھ ہونا ہے تو میں کہوں گا کہ tax base broad کی جانی چاہئے۔ زراعت پر ٹیکس لگانے کا مطلب ہو گا کہ کسان اور زمیندار کا سانس سے جو ناتا ہے وہ ناتا توڑنے کے لئے ٹیکس لگے گا۔ ہم اس کی مخالفت کرتے ہیں اسے کبھی بھی اس بجٹ میں نہ لایا جائے بلکہ بعد میں کسی سپلیمنٹری بجٹ میں بھی نہ لایا جائے۔

جناب والا! میں آبپاشی کے بارے میں چند ایک باتیں کرنا چاہوں گا کہ ہماری جتنی بھی راجباہیں، مائینرز اور کھالے ہیں یہ سارے شریانوں کی حیثیت رکھتے ہیں اور اسی سے بہتر صورتحال ہوتی ہے۔ اگر یہ پکے ہوں تو اس سے آبپاشی بڑھ جاتی ہے۔ اب سارے پنجاب کے اندر پچھلے دو سال سے ایک کھال نہیں بنا، پہلے سے موجود مائینرز on ہیں ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں لیکن کھالوں کا ایک project بھی نہیں ہے اسی لئے ٹیل کے کاشتکار کھالوں کی بجائے اب آسمان کی طرف دیکھتے ہیں اور نماز استسقاء پڑھنے کی تیاریاں کرتے ہیں۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ پنجاب کے حکمرانوں نے ارسا کے سامنے گھٹنے کیوں ٹیک دیئے؟ (نعرہ ہائے تحسین)

میں نے اور میری ٹیم کے ساتھیوں نے دو سال سے چیخ چیخ کر اس بات کا اظہار کیا اسی ایوان کا ریکارڈ گواہ ہے آپ print material نکلوا کر دیکھ سکتے ہیں۔ میں نے سب سے پہلے یہ کہا تھا کہ یہ imbalance حصہ ہے۔ اس imbalance حصے میں جس میں کل 5 ممبران ہیں جن میں 2 سندھ کے ہیں، ایک پنجاب کا ہے، traditionally ایک وفاق سے یا آزاد کشمیر سے ممبر لیا جاتا ہے۔ اس IRSA imbalance میں پنجاب کے کسانوں کو کیا ملے گا؟ پنجاب کی حکومت پنجاب کے کسانوں کی طرف کیوں نہیں دیکھ رہی، ان کو بھوکا مارنے کا ارادہ کیوں ہے؟ اور جھوٹ ایسے بولے جا رہے ہیں کہ یہاں پر بیان دے دیا جاتا ہے کہ ہم نے پانی کے ایک قطرے پر بھی compromise نہیں کیا اور چشمہ جہلم نہر کا ایک قطرہ بھی بند نہیں ہوا اور استعفوں کے دعوے کر دیئے جاتے ہیں لیکن حضور پوری کی پوری نہر بند پڑی ہے۔ اس نہر میں واقعی ایک قطرہ بھی نہیں ہے۔ وہ شاید یہ کہنا چاہتے تھے کہ میں ایک قطرہ بھی نہیں چھوڑوں گا لیکن پھر بھی یہ کسان زندہ ہے اور زندہ رہنے کا عزم کئے ہوئے ہے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ پنجاب حکومت کو کالا باغ ڈیم کی بات کرنی چاہئے یہ پنجاب کا project ہے۔ ہمیں صوبے کے وسائل استعمال کرنے کے لئے بالکل نہ روکا جائے۔ بے شک ہمارے خلاف کسی قسم کی بھی قراردادیں پیش ہوتی ہیں تو ہونے دیں۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر! میری بات سننے کے بعد ان کو موقع دیا جائے کہ انھوں نے جتنے بھی کیڑے میری تقریر میں نکالنے ہیں وہ نکال لیں لیکن اس وقت ان کی موجودگی یہاں پر پائی گئی ہے اور انھوں نے اپنے قبیلے کی نمائندگی بھی کر دی ہے۔

جناب سپیکر! میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ کالا باغ ڈیم کے بارے میں ہم نے ایک قرارداد یہاں پر جمع کروائی ہوئی ہے۔ میں وزیر قانون سے کہوں گا کہ اگلی دفعہ وہ ہماری قرارداد کو own کرلیں۔ ہم کالا باغ ڈیم کی اس قرارداد پر آپ کو support کریں گے۔ ہمیں کہا جاتا ہے کہ آپ لوگوں نے پانچ سالوں کے اندر یہ ڈیم کیوں نہیں بنایا لیکن ہم نے اس کو بند بھی نہیں کیا تھا، ہم نے اس کو متروک بھی نہیں کیا تھا۔ ہم نے منڈا ڈیم اور کوڑی ڈیم کے بعد اسے تیسری ترجیح پر رکھا تھا۔ میری خواہش ہے کہ آپ advantage لے لیں اور اس کو پہلے نمبر پر لے آئیں۔ اس ڈیم کو بند کرنے والوں کے خلاف کوئی سخت الفاظ استعمال کرنے کی بجائے ان کو اپنی معروضات پیش کی جائیں کہ وہ اسے بنائیں۔ یہ project پاکستان کا project ہے اس کو own کیا جائے۔ میں یہ چاہوں گا کہ پنجاب حکومت پنجاب کا پانی surrender نہ کرے اور ارسا کی تشکیل نو کی جائے۔

جناب سپیکر! میں تنخواہوں کے اضافے کے اوپر بحیثیت پارٹی ایک بات کرنا چاہوں گا کہ ایڈھاک اضافہ جو ملازمین کی تنخواہوں میں کیا گیا ہے اس پر (ن) لیگ کی مرکزی اپوزیشن جس کو friendly opposition بھی کہا جاتا ہے انھوں نے کچھ تحفظات کا اظہار کیا ہے۔ یہ بڑی عجیب بات ہے کہ اپوزیشن تو ہمیشہ مراعات دینے کی بات کرتی ہے لیکن انھوں نے مراعات دینے کے بعد واپس لینے کی بات کی جس سے بہت سے لوگوں کی دل آزاری ہوئی ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ پنجاب کے 10 لاکھ 38 ہزار ملازمین اور ان سے وابستہ لاکھوں نفوس کی جو دل آزاری ہوئی ہے اس کا ایک طریقے سے ہی ازالہ ہو سکتا ہے کہ پنجاب حکومت ملازمین کے لئے رمضان package کا اعلان کرے اور ہر سال رمضان المبارک کے موقع پر صوبائی ملازمین کو ایک بنیادی تنخواہ دینے کا اعلان کرے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! Consumer courts کی تشکیل بہت ضروری ہے۔ مہنگائی کی شرح میں مسلسل اضافہ جاری ہے۔ بجٹ پیش ہونے سے صرف چار یوم قبل چینی کی قیمت میں اضافہ ہو گیا اور -/500 روپے فی بوری قیمت بڑھ گئی۔ اس وقت صرف گیارہ اضلاع میں consumer courts کام کر رہی ہیں، مزید consumer courts بننی چاہئیں اور ہر شہری کی سادہ درخواست پر کارروائی کرنے کے لئے وہاں پر کوئی نہ کوئی موجود ہونا چاہئے۔ اس دفعہ consumer courts کے لئے فنڈز کم مختص کئے گئے ہیں، ان کو بڑھایا جائے اور یہ courts ہر شہر میں موجود ہونی چاہئیں کیونکہ consumers ہر شہر میں موجود ہیں۔

جناب سپیکر! لائیوسٹاک اور فشریز سمیت بہت سارے پیداواری شعبوں کے بجٹ میں کمی کی گئی ہے۔ میں یہاں یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ لائیوسٹاک کے وزیر جو یہاں تشریف فرما ہیں ان کے لئے عرض کروں گا کہ پاکستان level پر تسلیم کیا گیا ہے کہ تمام شعبہ ہائے زندگی اور تمام portfolios میں اگر کہیں پنجاب اور پاکستان کے دوسرے صوبوں میں بہتری آئی ہے تو وہ لائیوسٹاک ہے لیکن لائیوسٹاک، فشریز اور وائلڈ لائف کے لئے گزشتہ سال کی نسبت جو رقوم مختص کی گئی ہیں وہ 2.15 بلین کم کی گئی ہیں، جو ادارے deliver کر رہے ہیں ان کو فنڈز کم کرنے کی بجائے زیادہ دیئے جانے چاہئیں۔

جناب سپیکر! انڈیا سے اس دفعہ کروڑوں روپے کا گوشت درآمد کیا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پاکستان دنیا میں پانچواں بڑا جانور پیدا کرنے والا ملک ہے۔ اس میں ایک ٹیکنیکل اور سائنٹیفک لیبارٹری کی ضرورت ہے جس کی کمی کی وجہ سے جو چھوٹے calves and heifers ہوتے ہیں وہ ذبح ہو جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ دودھ لینے کے لئے ایک sex semen کی ٹیکنالوجی آئی ہے یہ باہر سے درآمد ہو رہا ہے جو بہت مہنگا ہے اور کسانوں کے بس سے باہر ہے۔ یہ سائر کمپنی بنا رہی ہے، آپ کے پاس ٹیکنالوجی موجود ہے اور سائنسدان موجود ہیں اگر sex semen یہاں کے livestock farmers کو supply کر دیا جائے تو میں دعوے سے یہ کہہ سکتا ہوں کہ تین سال کے اندر اندر گوشت کی تمام کمی پوری ہو جائے گی۔

جناب سپیکر! ماحولیاتی آلودگی کا بہت بُرا حال ہے اس کے لئے بھی فنڈ کو کم کر دیا گیا ہے اس کو بھی بڑھایا جائے۔

جناب سپیکر! پاپولیشن ویلفیئر کے بجٹ میں بھی کمی کی گئی ہے Low Income Housing Scheme کے لئے گزشتہ سال 13.74 بلین رکھے گئے تھے اس سال 2.5 بلین کم کر دی گئی ہے یعنی براہ راست مفاد عامہ کے پروگراموں میں 81.80 فیصد کمی کی گئی ہے۔ اس ہاؤسنگ سکیم میں کمی کیوں کی گئی ہے جبکہ حکومت کا دعویٰ ہے کہ وہ اپنے کم آمدنی والے لوگوں کے لئے کام کرنا چاہتی ہے۔ انھوں نے جو دعوے کئے ہیں ان کو بعینہ کئے جانے کے لئے ضروری ہے کہ آپ کے جو دعوے رہے ہیں ان میں کم از کم پچھلا بجٹ تو maintain کیا جاتا۔

جناب سپیکر! میں یہاں نشاندہی کر دوں کہ اہم محکموں میں کٹوتی کی گئی ہے۔ ابھی چیف ایگزیکٹو یہاں پر notes لے رہے تھے اگر وہ اب تشریف فرما ہوتے تو وہ ان چیزوں کے notes بھی لیتے

اور notice بھی لیتے۔ ان میں پہلے نمبر پر P&D ہے اس میں پچھلے سال کے فنڈز کے مقابلے میں بہت زیادہ کمی کر دی گئی ہے اس کے علاوہ agriculture research میں کمی کی گئی ہے، ماحولیات میں کمی کی گئی ہے، پاپولیشن ویلفیئر میں کمی کی گئی ہے، Minorities and Religious Affairs کے فنڈ میں کمی کی گئی ہے۔ Youth and Human Resources میں کمی کی گئی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ P&D کی مد میں جو پچھلے سال رقم رکھی گئی تھی اُس کی نسبت دو بلین ڈالر سے زیادہ کی رقم سے دوبارہ منصوبے شروع کئے جا رہے ہیں۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ P&D کا بہت بڑا role ہوتا ہے، یہ منصوبہ کو تشکیل دینے کے لئے Project Management Units بنانے کی بھی حیثیت رکھتا ہے، اُن کی لگاتار meetings ہوتی رہتی ہیں۔ اس کو پچھلے سال جو بجٹ دیا گیا تھا اُس میں صرف 10 فیصد ہی استعمال ہوا ہے اور وہ بھی صرف اپنی meetings کی حد تک ہوا ہے۔ انہوں نے کسی جگہ پر کوئی Project Management Unit بنایا ہے اور نہ کوئی نیا project دیا ہے۔ P&D کی موجودگی نہ ہونا اور اُس کو فنڈ نہ دیا جانا ہی اس بات کی وجہ ہے کہ آپ کا کوئی project on ground شروع ہوا اور نہ ہی مکمل ہوا اس کے لئے ضروری ہے کہ آپ اس کی طرف توجہ دیں۔

جناب سپیکر! مہنگائی کے بارے میں مجھے زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ہر شخص اس سے آشنا ہے کہ مہنگائی نے کمر توڑ صورتحال اختیار کی ہوئی ہے اس کے لئے انتظامیہ کو بہتر کام کرنے کے لئے ہدایات جاری کی جائیں۔ اگر میں یہاں پڑھنا شروع کر دوں کہ دالوں کی قیمت میں 90 فیصد اضافہ ہوا ہے۔ دال ماش کی قیمت کا ذکر کروں یا دوسری چیزوں کی قیمتیں بتاؤں تو سب سامنے آ جائے گا۔ ہر ضلع میں consumer courts مکمل کرنے سے ہی مہنگائی کا جن کچھ کنٹرول ہو سکے گا لیکن حکومت کی اس طرف توجہ ہی نہیں ہے۔ بڑے دُکھ سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ اس وقت چینی کی مارکیٹ کی قیمتوں میں پاکستان میں چینی نسبتاً 7.2 فیصد زیادہ مہنگی ہو گئی ہے۔

جناب سپیکر! میں تعلیم کے بارے میں ایک بات کرنا چاہتا ہوں کہ ایجوکیشن کے متعلق ایک انگریزی اخبار نے لکھا ہے کہ jugglery of facts and figures یہ ایک آزاد اخبار اور آزاد نکات ہیں۔ دانش سکولوں کا تا حال کچھ پتا نہیں ہے۔ دوسری طرف سرکاری شعبے میں جو سکول کام کر رہے ہیں اُن کی بنیادی سہولتیں بھی پوری نہیں کی جا رہیں اور سارے کا سارا پیسا دانش سکول کی طرف

convert کر دیا گیا جو تقریباً13۔ارب روپے بنتا ہے۔13۔ارب روپے دانش سکولوں کو اور3۔ارب روپے فنی تعلیم کے اداروں کو دیا گیا ہے۔ ان دانش سکولوں سے تعلیم حاصل کرنے والوں نے جہاں پر جا کر فنی تعلیم حاصل کرنی ہے اُن کو صرف3۔ارب روپے دیئے گئے ہیں جس سے کوئی چیز match نہیں کرتی۔ اس کو شاید فنی ادارہ سمجھا جا رہا ہے تو ایسی کوئی صورتحال نہیں ہے۔ ہر سال 20 فیصد بچے نئے سکولوں کے لئے متقاضی ہوتے ہیں۔ اگر full time وزیر اعلیٰ صاحب یہاں House میں ہوتے تو میں اُن سے یہ ضرور سوال کرتا کہ 20 فیصد نئے بچوں کے لئے کتنے سکول ہیں؟ مجھے بڑا افسوس ہے کہ اس سال ایک بھی پرائمری سکول معرض وجود میں نہیں آیا۔

جناب سپیکر!لاء منسٹر صاحب یہاں پر تشریف فرما ہیں تو میں لاء اینڈ آرڈر کا ذکر کروں گا کہ پولیس کے لئے50۔ارب روپے کے قریب بجٹ رکھا گیا ہے مگر ثمرات سے عوام محروم ہیں۔ عوام جو کچھ سمجھتے ہیں میرے خیال میں کاٹھیا صاحب بھی لاء اینڈ آرڈر کے ضمن میں بات کرنا چاہ رہے تھے۔ بڑے شہروں میں چالیس سے پچاس ڈکیتیاں روزانہ ہوتی ہیں۔ وزیر اعلیٰ صاحب نے کہا تھا کہ تھانے کا کلچر بدل دیا جائے گا۔ تھانے کا کلچر بدلا ہے لیکن اس بدلاؤ میں پولیس تشدد زیادہ نظر آ رہا ہے۔ یہ بدلاؤ بہتری کی طرف نہیں بلکہ برائی کی طرف گیا ہے۔ ہم چاہیں گے کہ جس کو اتنا بجٹ دیا جاتا ہے اُس کو monitor بھی کیا جائے۔ اب تک 89 ہزار شہریوں نے پولیس کی زیادتیوں کے خلاف عدالت سے رجوع کیا ہے، 65 ہزار شہریوں نے پولیس کے خلاف FIRs درج کروائی ہیں، ساڑھے سات ہزار شہریوں کو حبس بے جا میں رکھا گیا ہے اور CCPO لاہور نے بھی کہا تھا کہ لاہور میں پنجاب کے دوسرے شہروں کی نسبت social crime زیادہ ہے۔ نئی لگژری گاڑیوں کی فراہمی اور پیسا بڑھا دینے سے crime کنٹرول نہیں ہو گا بلکہ پولیس کی ٹریننگ بہتر کی جائے۔ پولیس کو respect دی جائے لیکن اُن کی ٹریننگ کے لئے آرمی اکیڈمی کے level کی اکیڈمی بھی تشکیل دی جائے۔

میں آخر پر یہ بات کرنا چاہوں گا کہ ایک چیز کو اپنی انا کا مسئلہ بنا لیا گیا ہے۔11۔ارب روپیہ فوڈ سپورٹ پروگرام میں جھونک دینے کے بعد جب سمجھا گیا کہ اس میں embezzlement زیادہ ہے تو اُس کو ختم کر دیا گیا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر اسے good sense میں prevail کیا گیا ہے تو یہ بہتر بات ہے۔ اس معاملے میں اگر انا کا مسئلہ نہیں بنایا گیا تو سستی روٹی سکیم میں بھی انا کا مسئلہ نہیں بنایا جانا

چاہئے تھا۔ سستی روٹی سکیم پر اس قدر ضد کی جارہی ہے جبکہ اس idea کو اس صوبے کے عوام پسند ہی نہیں کر رہے۔ اس سکیم کے لئے پچھلے سال 7۔ارب روپے دیئے گئے تھے اور اس سال 5۔ارب روپے رکھے گئے ہیں۔ میں آپ کی وساطت سے میڈیا کے سامنے حکمرانوں سے یہ سوال کرنا چاہتا ہوں کہ اگر تو یہ سکیم اچھی تھی تو اسے 7 سے 14۔ارب روپے کیوں نہیں کیا گیا اور اگر یہ سکیم بُری ہے تو اس کو پاس کرنے کی بجائے بند کیوں نہیں کر دیا گیا کیونکہ کوئی سکیم اچھی ہوتی ہے اور کوئی اچھی نہیں ہوتی تو یہ درمیان کی صورتحال ہے۔ یہ درمیان کی دنیا کے لوگوں کو اپنے درمیان جگہ نہ دیں کیونکہ درمیان کی جگہ کسی کے کام نہیں آتی۔ انہیں ٹیکسوں کی recovery پر تو لگایا جا سکتا ہے لیکن اس قسم کی policies ان کو نہ دی جائیں۔

میں یہاں پر ایک دانشور ادیب اور کالم نویس عطاءالحق قاسمی کے کالم کو ضرور پڑھنا چاہوں گا جنہوں نے سستی روٹی کے بارے میں لکھا ہے کہ "شہباز شریف صاحب نے جو سستی روٹی سکیم شروع کی تھی، اپنی انا کو چند لمحوں کے لئے ذرا پرے دھکیل کر اس کا از سرنو جائزہ لیں کیونکہ اس سکیم میں کرپشن کے حوالے سے جو خبریں منظر عام پر آرہی ہیں اُن کا سدباب ممکن نظر نہیں آتا۔" ایک تحقیق پسند صحافی عابد تہامی نے بھی لکھا تھا کہ "سستی روٹی سکیم 8۔ارب روپے کی سبسڈی کھا گئی۔" میں وزیر خزانہ کے اس بیان کا خیر مقدم کرتا ہوں کہ اس کا 3rd party آڈٹ کروایا جائے گا۔ آپ یقین کیجئے گا کہ شاید آپ اس کو نیک نیتی سے کرنا چاہ رہے ہوں لیکن اس سسٹم میں in built اتنی خرابیاں ہیں کہ کسی نے رہنا نہیں ہے "صبا ایک تغیر کو ہے زمانے میں" اور ان چیزوں کے ساتھ ساتھ یہ چیز آپ کے گلے پڑ جائے گی، اس کی embezzlement آپ کو لے ڈوبے گی۔ لوگوں کو اور بہت ساری چیزیں چاہئیں جو ہمارے لئے توجہ طلب ہیں۔ میں آپ کی وساطت سے یہ کہنا چاہوں گا کہ یہ خودکشیاں، مال روڈ کی سڑکوں، دوسری سڑکوں اور تمام شہروں کی سڑکوں پر لوگوں کا اپنا سینا پیٹنا، سڑکوں پر لیٹ کر شور مچانا ہو رہا ہے۔ اس وقت جو کام کرنے والے لوگ تھے یعنی ڈاکٹر، انجینئر، کسان، مزدور بلکہ ہر شعبہ ہائے زندگی کے لوگ اس وقت اپنا کام چھوڑ کر صبح یا شام کے وقت سڑکوں پر نظر آتے ہیں۔ یہاں پر ابھی ذکر کیا گیا کہ کل ایک رکشا ڈرائیور نے پہلے خود زہر کھایا پھر اپنی بیٹیوں کو زہر دے دیا۔ میں یہ کہنا چاہوں گا کہ بیٹیاں تو پیاری ہوتی ہیں، پریاں ہوتی ہیں تو بھلا کوئی اپنی پریوں کو بھی زہر دیتا ہے؟ یہ

ہمارے لئے اور حکمرانوں کے لئے سوچنے کا مقام ہے کہ ہم اب اپنی پریوں کو بھی زہر دے رہے ہیں۔ اسی دُکھ کے ساتھ میں آپ سے اجازت چاہوں گا کہ ایسا ماحول پیدا کیا جائے کہ ہم اپنی بیٹیوں کو اپنے گھروں کے لئے روانہ کریں، قبرستانوں کی طرف روانہ نہ کریں۔ بہت بہت شکریہ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): پوائنٹ آف آرڈر۔

سید حسن مرتضیٰ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ایک منٹ۔ لاء منسٹر صاحب کھڑے ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں on behalf of Leader of the House محترم قائد حزب اختلاف کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے بڑی positive اور thoughtful speech کی ہے۔ اس کے ساتھ ہی میں انہیں یقین دلاتا ہوں کہ انہوں نے جو points raise کئے ہیں ان کو note بھی کیا گیا ہے اور حکومت ان سے استفادہ کرنے کی بھرپور کوشش کرے گی۔ میں معذرت کے ساتھ کہوں گا کہ ان کے کچھ facts and figures درست نہیں تھے لیکن ان کا comparison بھی اُن کی خدمت میں پیش کروں گا تاکہ وہ خود اس چیز کو بہتر انداز سے دیکھ لیں۔ میں آپ کی وساطت سے قائد حزب اختلاف کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ جس طرح کا ماحول قائد حزب اختلاف کو اپنی speech deliver کرنے کے لئے ملا ہے کوئی interruption throughout نہیں ہوئی۔ اگر House کے باقی معزز ممبران کو بھی اسی قسم کا ماحول دیا جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس سے بہت بہتر صورتحال ہوگی۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ

جناب محمد محسن خان لغاری: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میری ایک چھوٹی سی گزارش ہے جو میں پہلے ہی raise کرنا چاہ رہا تھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں آج پوائنٹ آف آرڈرز کی اس لئے اجازت نہیں دوں گا کیونکہ سب ممبران نے نام دیئے ہوئے ہیں اور بڑی اہم بحث ہے۔ آپ بات کر لیں لیکن شاہ صاحب نے چونکہ پہلے بات کرنے کا کہا تھا میں اُن کو اجازت دوں گا اُس کے بعد میں پھر speeches کی طرف آؤں گا۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! ہم باہر گئے تھے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اچھا، وہ میں آپ سے بعد میں پوچھتا ہوں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! میری گزارش یہ ہے کہ میں بڑا appreciate کرتا ہوں کہ اس حکومت نے ایک pre-budget session فروری کے مہینے میں کروایا تھا۔ اس میں ہمارے ممبران نے تجاویز دی تھیں اور PILDAT والوں نے ان چیزوں کو tabulate کر کے اسمبلی کے through officially Planning & Development اور Finance Department کو بھجوایا تھا تو میری یہ گزارش ہے کہ دی گئیں تجاویز کا کوئی table مل جائے کہ ان میں سے کون سی چیزیں incorporate ہوئی ہیں اور کون سی نہیں ہوئیں تو میرے خیال میں اس اسمبلی کا یہ استحقاق ہے کہ وہ اس چیز کا پتا کرے اور پوچھے کہ معزز اراکین کی طرف سے آنے والی اجتماعی تجاویز پر عملدرآمد کہاں تک ہوا؟

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ کا point valid ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! جب وہ ہمارے سامنے آئیں گی تو پھر ہی ہم کوئی بات کر سکیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فنانس منسٹر صاحب!

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ): شکریہ۔ جناب سپیکر! میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں اور اب دوبارہ کہہ رہا ہوں کہ pre-budget session میں اپوزیشن یا حکومتی بنچز نے جو باتیں کیں یا انہوں نے جو تجاویز دیں تو وہ اسمبلی سے کاپی لے کر متعلقہ محکموں کو بھجوائیں لیکن شاید یہ ممکن نہ ہو کہ ہر تجویز کا ہم جواز پیش کر سکیں کہ اس وجہ سے نہیں ہوئی یا آدھی تجویز کو ہم نے incorporate کیا مگر آپ دیکھیں کہ ہمارا major shift یہ آیا کہ جس طرح ہم نے جنوبی پنجاب کا پیسا بڑھایا جو کہ خود سب سے بڑی ایک

مثال ہے کہ وہ اپوزیشن کے کہنے یا حکومتی بنچز کے کہنے پر ہم نے shift کیا۔ اسی طریقے سے تمام تجاویز جو چھوٹی یا بڑی ہیں جن کی روشنی میں یہ بجٹ اور ADP بنایا گیا ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! جو تجاویز ممبران کی طرف سے دی گئی تھیں کیا ان کی کاپی ہمیں مل سکتی ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: فنانس منسٹر صاحب! جو تجاویز آئی تھیں ان میں سے عملدرآمد ہونے والی تجاویز کی کاپی انہیں دے دیں۔

حافظ محمد قمر حیات کاٹھیا: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

حافظ محمد قمر حیات کاٹھیا: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں چیف منسٹر صاحب کے سامنے بات کرنا چاہتا تھا کیونکہ میری وزیر اعلیٰ صاحب سے بھی بات ہوئی اور وزیر قانون صاحب بھی موجود تھے۔ میری اس سلسلے میں صرف یہ گزارش ہے کہ اس حوالے سے میں نے ایک Call Attention Notice دیا ہوا ہے جو کہ approved ہوا ہے تو آپ یہ بتا دیں کہ بجٹ کے بعد آپ اسے کون سے دن out of turn لیں گے کیونکہ وہ محکمہ کو چلا گیا ہے اور اس کا جواب آنا ہے اور یہ بہت اہم بات ہے۔ اس کے حوالے سے کوئی دن دے دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ آج ہی ابھی سیکرٹری اسمبلی کو مل لیں اور وہ دن آپ کو بتا دیں گے۔

ملک احمد حسین ڈیہڑ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

ملک احمد حسین ڈیہڑ: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں یہ بات پوچھنا چاہتا ہوں جو کہ بجٹ سے متعلق ہے کہ P&D میں آخری سال جو approved سکیمیں دی گئی تھیں لیکن وہ اس پورے سال میں مکمل نہیں ہوئیں اور انہیں اس سال بھی شامل نہیں کیا گیا تو میں آپ سے رولنگ چاہتا ہوں کہ جب ہم اس ایوان میں بجٹ کو پاس کرتے ہیں تو جب وہ سکیمیں پورے سال میں مکمل نہیں ہوتیں تو یہ کس کا fault ہے اور جو لوگ پاس ہونے والی سکیموں کو مکمل نہیں کرتے تو ان کے خلاف کیا اقدام کیا جاتا ہے؟ اس کے ساتھ

ہی دوسری بات یہ ہے کہ پچھلے سال بجٹ اجلاس کے دوران میں نے یہ تجویز دی تھی کہ بجٹ کے حوالے سے ایک اجلاس پہلے ہونا چاہئے preparation اور میں اس بات سے اتفاق کرتا ہوں کہ اس سال بجٹ اجلاس سے پہلے ہونے والے اجلاس میں دی گئی تجاویز کے بارے میں بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ان میں سے کسی تجویز کو شامل نہیں کیا گیا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ڈیہر صاحب! آپ اپنی تجاویز بجٹ پر بحث کرتے ہوئے اپنی تقریر میں دیجئے گا۔ اب آپ تشریف رکھیں۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

محترمہ ثمینہ خاور حیات: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں آپ سے اس وقت پوائنٹ آف آرڈر مانگ رہی تھی جب لیڈر آف دی ہاؤس موجود تھے کیونکہ انہی سے متعلقہ بات تھی کہ جب 11۔ اپریل2010 کو انہوں نے للیانی کے ترقیاتی منصوبوں کو دیکھنے کے لئے قصور کا دورہ کیا تھا تو اسی لئے میں ان کے سامنے آپ کے توسط سے بات کرنا چاہ رہی تھی کہ شاید وہ جواب دے دیتے کہ کیا وجہ ہے کہ انہوں نے 15۔ جون2008 میں یہ منصوبہ مکمل کرنے کا کہا تھا تو چونکہ 17۔جون2010 آج ہو چکا ہے تو یہ کیوں آج تک منصوبہ مکمل نہیں ہو سکا یہ چودھری پرویز الٰہی صاحب کی دین ہے کہ شکر الحمدللہ کہ انہوں نے قصور کا بھی سوچا تھا اور قصور کے لئے road شروع کروائی تھی تو یہ منصوبہ آج2010 میں بھی مکمل کیوں نہیں ہو سکا؟۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ کا پوائنٹ آف آرڈر کیا ہے؟

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہی ہے کہ اس منصوبے کی تکمیل کی تاریخ 15۔جون2008 تھی لیکن آج دو سال اوپر ہونے کے باوجود یہ منصوبہ مکمل کیوں نہیں ہو سکا؟

جناب ڈپٹی سپیکر: اس حوالے سے وزیر قانون صاحب ان سے جواب لے کر دے دیں گے۔

رائے محمد اسلم خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

رائے محمد اسلم خان: شکریہ۔ جناب سپیکر! ڈیہر صاحب نے آپ سے ruling مانگی تھی تو آپ اس حوالے سے اپنی ruling دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں اپنی ruling محفوظ رکھتا ہوں اور ضروری نہیں ہے کہ اسی وقت ruling دی جائے۔ آپ تشریف رکھیں۔ جی، حاجی اسحاق صاحب! آپ کو اسمبلی سے باہر لوگوں سے بات کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا تو اس حوالے سے کیا رپورٹ ہے؟

وزیر مال (حاجی محمد اسحاق): جناب سپیکر! ضلع چنیوٹ میں 2010-4-7 کو بھرتی ہوئی تھی۔ ڈی سی او کی بنائی ہوئی ریکروٹمنٹ کمیٹی کا ممبر ڈی ڈی او (آر) تھا جس نے 208 بے روزگار افراد کی تعیناتی کے احکامات پر دستخط کئے اور بھرتی کے بعد کہا گیا کہ ڈی ڈی او (آر) دستخط کرنے کے مجاز نہ تھے۔ دو ماہ انہوں نے کام کیا اور انہیں ابھی تک تنخواہ بھی نہیں ملی۔ ان کے بل اکاؤنٹ برانچ میں چلے گئے ہیں۔ یہ fault افسران کا ہے نہ کہ ملازمین کا۔ دوسری طرف ایک اور گروپ یونیورسٹی آف ہیلتھ سائنسز سے متعلقہ بھی کھڑا تھا جن کے 108 بندے وہاں پر تھے۔ ملک میں تقریباً ایک لاکھ 83 ہزار بندوں کو اگر وفاقی حکومت اور صوبائی حکومت نے بحال کیا اور ایڈہاک کو confirm کیا تو وہ لوگ بھی مطالبات کی زد میں ہیں اور وہ دوسری جو side تھی یونیورسٹی آف ہیلتھ سائنسز کے ملازمین کی وہ اپنے بچے بھی ساتھ لائے تھے جنہیں فیسوں کی بنا پر سکولوں سے نکال دیا گیا اور ایڈہاک پر ان کی تعیناتی بھی ایک ایک ماہ کے لئے کی جاتی رہی ہے۔ ایسا تو ہم نے کبھی نہیں سنا تھا۔ اس حوالے سے آپ ایک کمیٹی بنا دیں جو چنیوٹ والے معاملے کو چیک کرے اور اس میں چنیوٹ سے تعلق رکھنے والے ایم پی ایز کو بھی شامل کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، اشرف سوہنا صاحب!

وزیر محنت و انسانی وسائل (جناب محمد اشرف خان سوہنا): جناب سپیکر! یونیورسٹی آف ہیلتھ سائنسز سے کنٹریکٹ ملازمین کو اس لئے ان کی job سے نکال دیا گیا ہے کہ وہ حکومت پاکستان اور حکومت پنجاب کے فیصلے کے مطابق کنٹریکٹ ملازمین کو permanent کرنے کے لئے احتجاج کر رہے تھے اور ان کے احتجاج میں تھوڑی سختی اور تلخی تھی تو اس سے کہیں بڑھ کر یونیورسٹی نے اس کے اوپر فیصلہ کیا ہے۔ میں

بھی درخواست گزار ہوں کہ اس ایوان کی کمیٹی بنا کر ان کنٹریکٹ ملازمین کی کوئی مدد کرنے کی صورت بنائی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: لاء منسٹر صاحب! اس حوالے سے میں ایک کمیٹی بنا رہا ہوں جس میں اولکھ صاحب، ملک ندیم کامران، اشرف سوہنا اور حسن مرتضیٰ شامل ہوں گے اور آپ اس کمیٹی کی رپورٹ کو ایوان میں پیش کریں۔

سید حسن مرتضیٰ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میں آپ کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ کمیٹیاں پہلے بھی بنتی رہی ہیں اور پچھلے سیشن میں جتنے بھی لوگ احتجاج کے لئے آئے تو کمیٹیاں بنیں لیکن آج تک کسی کا مسئلہ حل نہیں ہوا۔ اس کمیٹی کو پابند کریں کہ ایک دو دن میں اس واقعہ کی انکوائری کر کے ایوان میں رپورٹ پیش کرے اور اس پر کوئی عمل بھی ہونا چاہئے۔

وزیر محنت و انسانی وسائل (جناب محمد اشرف خان سوہنا): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

وزیر محنت و انسانی وسائل (جناب محمد اشرف خان سوہنا): شکریہ۔ جناب سپیکر! میرے دوست نے آپ سے صحیح تذکرہ نہیں کیا اور مجھے یاد پڑتا ہے کہ پچھلے سیشن کے دوران تین کمیٹیاں بنیں جن میں، میں خود شامل تھا، ہم نے اس پر out put دی ہے اور میں نے ندیم کامران صاحب کے ساتھ مل کر بہت سے لوگوں کو ریلیف لے کر دیا ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایوان کی کمیٹی غیر موثر ہو؟

جناب ڈپٹی سپیکر: ہمیشہ ایوان کی کمیٹی موثر ہوتی ہے اور یہ کمیٹی اپنی رپورٹ سوموار کو پیش کرے گی۔ اب مخدوم سید احمد محمود صاحب اپنی تقریر کا آغاز کریں۔

مخدوم سید احمد محمود: شکریہ۔ جناب سپیکر! میری ایک دفعہ پھر آپ سے گزارش ہو گی کہ بجٹ پر بحث کا وقت بڑا اہم ہوتا ہے اسے پوائنٹ آف آرڈر پر مت ضائع کیا کریں کیونکہ یہ ایک ایسا موقع ہوتا ہے کہ

جس کا فائدہ سب ممبران کو ہے کہ وہ جو چاہے اور جو دل چاہے بجٹ پر بحث میں بات کر سکتے ہیں۔ ایک دفعہ پھر میری آپ سے گزارش ہے کہ بجٹ پر بحث کے دوران وقت کا خیال رکھنا چاہئے۔

جناب سپیکر! سب سے پہلے میں وزیر خزانہ صاحب کا ایک دفعہ پھر آپ کے توسط سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے پنجاب کا تیسرا اور بڑا اہم بجٹ بہت sensitive حالات میں پیش کیا۔ میں حکومت پنجاب کا بھی شکر گزار ہوں کہ انہوں نے یہ بجٹ ہماری consideration کو دیکھتے ہوئے پیش کیا۔(نعرہ ہائے تحسین)

میں اپوزیشن لیڈر کا بھی بہت اچھی تقریر کرنے پر شکریہ ادا کرتے ہوئے انہیں مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ یہاں پر بیٹھے ہوئے ممبران سے یہ گزارش ہے کہ بجٹ کی technicality میں ہم لوگوں کو نہیں جانا چاہئے کیونکہ ہم لوگ technical نہیں ہیں بلکہ ہم سیاستدان ہیں، ہمیں بجٹ کو ایک سیاستدان کے طور پر دیکھنا چاہئے۔ بجٹ حکومت کا vision ہوتا ہے اور یہ حکومت کی direction ہوتی ہے۔ میں کائرہ صاحب کا اس بجٹ کے حوالے سے ذاتی طور پر اس لئے شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں کہ جب پچھلا بجٹ پیش ہوا تو اس میں جنوبی پنجاب کے لئے بہت ہی تھوڑی رقم رکھی گئی تھی۔ پھر ہمارے مطالبے پر، ہماری گزارشات پر انہوں نے اس دفعہ جنوبی پنجاب کے لئے 54 بلین روپے رکھے ہیں۔(نعرہ ہائے تحسین)

میں ذاتی طور پر پاکستان مسلم لیگ (فنکشنل) کے صدر کی حیثیت سے، اس ایوان کی طرف سے اور خاص طور پر ان ممبران کی طرف سے جن کا تعلق جنوبی پنجاب سے ہے کائرہ صاحب کا بہت بہت شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میری اہم گزارش یہ ہے without getting into technicalities کہ کیا 54 بلین روپیہ ہماری طرف خرچ ہوگا؟ سب سے important سوال ایک political worker کی حیثیت سے میرا اور میرے علاقے کے ان تمام لوگوں کا جنہوں نے ہمیں یہاں پر بھیجا ہے وہ کائرہ صاحب سے یہی ہوگا کہ کیا یہ 54 بلین روپیہ ہم پر خرچ ہوگا؟

جناب والا! جو بجٹ ہوتا ہے، یہ آپ کے لئے بھی سننا ضروری ہے اور تمام ممبران کے لئے بھی ضروری ہے کہ یہ ایک investment ہوتی ہے۔ مجھے پتا ہے کہ development side میں 193 بلین روپے ہیں، مجھے نہیں پتا کہ non development side میں کتنی رقم ہے۔ میرا خیال ہے کہ non development 450۔ارب روپے کے قریب ہوگا۔ دنیا میں جو بھی efficient governments

ہیں ان کی development side زیادہ ہوتی ہیں اور non development side کم ہوتی ہیں لیکن ہماری بد قسمتی یہ ہے کہ ہماری سالہا سال کی پالیسیوں نے اب ہمیں اس نتیجے پر لا کر کھڑا کر دیا ہے کہ اگر ہماری development ایک سو ترانوے بلین ہے تو non development side چار سو بلین روپے ہے، یہ ratio میں سمجھتا ہوں کہ ناجائز ہے، inefficient ratio ہے اور اس کو ٹھیک کیا جا سکتا ہے۔ میں گزارش یہ کر رہا تھا کہ development budget حکومت کی investment ہوتی ہے اور یہ اس لئے کی جاتی ہے کہ اگلے سال ہماری آمدنی بڑھے۔ میں آپ کو گارنٹی سے کہتا ہوں کہ اگر یہ 193 بلین روپے پنجاب کی حکومت دیانتداری، ایمانداری سے ایک vision کے تحت خرچ کرے تو اگلی دفعہ یہ 193 بلین روپے شاید ڈبل ہو جائے۔ ابھی میں نے وزیراعلیٰ پنجاب کا بھی یہ بیان سنا کہ بدنصیبی سے پاکستان کے -/100 روپے خرچ ہوتے ہوتے اس کی اصل افادیت اور مالیت -/50 روپے رہ جاتی ہے۔ یہی ڈر ہمیں ہے کہ ہمارا 54 بلین کیا ہم تک پہنچ پائے گا؟ میرا تو نہیں خیال، جس طرح لیڈر آف دی اپوزیشن نے کہا ہے کہ جب تک سسٹم میں drastic تبدیلی نہیں کی جائے گی یہ پیسے ہم تک نہیں پہنچیں گے۔(نعرہ ہائے تحسین)

میری گزارش یہ ہے کہ لاہور میں بیٹھ کر جب تک ان پیسوں کی planning اور execution ہوتی رہے گی یہ ہم تک نہیں پہنچیں گے۔ میں 1997 میں لوکل گورنمنٹ کا منسٹر تھا، پوری فیڈرل گورنمنٹ میں 17 وزیر تھے ان میں سے ایک میں تھا اور میرے پاس چھ portfolios تھے۔ جو special development تھی جس کا تعلق ایم این ایز اور سینیٹرز کے ساتھ تھا وہ میرے پاس تھی۔ میں نے اس زمانے میں یہ طریق کار بدلا اور اس زمانے کی حکومت اس چیز کی گواہ ہے، نواز شریف صاحب اس بات کے گواہ ہیں کہ ہم نے پہلی دفعہ یہ exercise کی۔ جو ہمارے پاس special development fund تھا اور فیڈرل گورنمنٹ کی اس زمانے میں PSTU 96 بلین روپے کی تھی جو آج کل میرا خیال ہے کہ 700 بلین روپے ہے۔ ایم این ایز اور سینیٹرز کا special development بجٹ 20 بلین روپے تھا۔ ہم نے پہلی دفعہ یہ کیا تھا، میں نے نواز شریف صاحب اور کابینہ کو یہ کہا کہ میاں صاحب! ہوتا یہ ہے کہ اسلام آباد سے -/100 روپے چلتا ہے اور سبی تک پہنچتے پہنچتے صرف -/20 روپے رہ جاتے ہیں۔ میں نے تجویز یہ پیش کی کہ آپ اس -/100 روپے کو سبی کے ڈپٹی کمشنر تک پہنچا دیں اور آگے ڈسٹرکٹ کی ڈویلپمنٹ کمیٹی

اس -/100 روپے کو خرچ کرے۔ میری ایک مرتبہ پھر فنانس منسٹر سے مؤدبانہ گزارش یہ ہوگی، مجھے پتا ہے کہ یہ بجٹ allocated ہے اور bureaucracy اس کو جان کر allocate کرتی ہے تاکہ اس کو اپنے ہاتھ میں رکھے۔ اگر آپ کا 54 بلین روپے دینے کا ارادہ ہے تو آپ جنوبی پنجاب کے تمام ایم پی ایز کو بلا لیں اور وہ 54 بلین روپے ہمارے سامنے رکھیں۔ ہم آپ کو تجویز دیں گے۔۔۔

سینئر وزیر / وزیر آبپاشی و قوت برقی (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! میں نے ایک اہم بات کرنی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: مخدوم صاحب! سینئر منسٹر صاحب کھڑے ہیں ذرا ان کی بات سن لیں۔ جی، راجہ صاحب!

سینئر وزیر / وزیر آبپاشی و قوت برقی (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! وفاقی وزیر قانون ڈاکٹر بابر اعوان آج مہمانوں کی گیلری میں تشریف لائے ہیں میں ان کو اس House کی طرف سے خوش آمدید کہتا ہوں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، مخدوم صاحب!

مخدوم سید احمد محمود: جناب سپیکر! راجہ صاحب میرے بھائی ہیں جس طرح کی زیادتی انہوں نے کی ہے میں سوچ بھی نہیں سکتا کہ میں کبھی ان کے ساتھ کروں۔ یہ ذرا نوٹ فرمالیں۔

سینئر وزیر / وزیر آبپاشی و قوت برقی (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! مخدوم صاحب میرے بھی بھائی ہیں اور اگر ان کے دل کو کچھ محسوس ہوا ہے تو میں بھی معذرت کرتا ہوں۔

مخدوم سید احمد محمود: میرے دل کی خیر ہے، اس House کی روایات کی بات ہے۔ اچھا جناب! میری فنانس منسٹر سے مؤدبانہ گزارش یہ ہے کہ 54 بلین کا vision اور ان کی capability کا تقاضا ہے کہ یہ 54 بلین روپے ہم تک پہنچے۔ اگر یہ 54 بلین روپے ہم تک پہنچ جائیں اور 193 بلین روپے پنجاب پر خرچ ہو جائے تو میں آپ کو یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ پنجاب میں انقلاب آجائے گا، economic activities تیز ہو جائیں گی۔ جو آدمی روڑی بیچ رہا ہے وہ بھی ترقی کرے گا، جو آدمی روڑی کوٹ رہا ہے اس کی جیب میں بھی مزدوری کے پیسے آئیں گے، جو آدمی لُک بچھا رہا ہے وہ بھی مستفید ہوگا اور جو آدمی اینٹیں بنا رہا

ہے اس کو بھی فائدہ ہو گا۔ اگر 193 بلین روپے کا دیانتداری اور ایمانداری سے ایک ایک پیسا خرچ ہو تو پنجاب کی viability بہتر ہو گی، پنجاب کی profitability بہتر ہو گی اور پنجاب کی economy activity بہتر ہو گی اس لئے میری فنانس منسٹر سے گزارش ہو گی کہ اس بجٹ کو پنجاب کے بجٹ کے طور پر دیکھا جائے، نہ کہ لاہور کے بجٹ کے طور پر دیکھا جائے کیونکہ میرا سیاسی تجربہ یہی بتاتا ہے کہ لاہور میں بیٹھے ہوئے Bureaucrats، لاہور میں بیٹھے ہوئے Secretaries، لاہور میں بیٹھے ہوئے DGs کو کوئی احساس نہیں ہے کہ پنجاب میں کیا ہو رہا ہے؟ میں یہاں پر یہ گزارش کر دوں کہ جب تک سیکرٹری ایجوکیشن ایک ہفتہ پرائمری سکول میں نہیں بیٹھے گا اس کو کیا پتا چلے گا کہ پرائمری سکول کے کیا مسائل ہیں، جب تک سیکرٹری ہیلتھ کم از کم ایک ہفتہ B.H.U میں نہیں گزارے گا اس کو کیا اندازہ ہو گا کہ B.H.U میں کیا مسائل ہیں، جب تک سیکرٹری ایگریکلچر کھیتوں میں جا کر کسانوں کے ساتھ ایک ہفتہ نہیں گزارے گا اس کو کیا اندازہ کہ کھیتوں میں کیا ہو رہا ہے اور جب تک سیکرٹری اریگیشن ہیڈز پر جا کر نہیں بیٹھے گا اس کو کیا پتا کہ کس نہر میں پانی کی کتنی کمی ہے؟ میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اس بجٹ کو خرچ کرنے کے لئے ان سیکرٹریز کو، اس Bureaucracy کو اور چیف منسٹر کی ٹیم کو باہر نکلنا پڑے گا اور پرائمری سکول سے لے کر ڈگری کالج تک، چھوٹی کلوٹ سے لے کر بڑی نہر تک، چھوٹے B.H.U سے لے کر ایک ڈسٹرکٹ ہسپتال تک ان کو وہاں خود پہنچنا پڑے گا۔ میں فنانس منسٹر صاحب کی information کے لئے ایک رپورٹ پڑھنا چاہتا ہوں جو World Bank کی ہے۔ یہ میں اس لئے نہیں پڑھنا چاہتا کہ میرا ان کے credits کو discredit کرنے کا ارادہ ہے بلکہ میں یہ رپورٹ اس لئے پڑھنا چاہتا ہوں کہ یہ ایک factual report ہے اور ہم تمام ممبران کو پتا ہونا چاہئے کہ لاہور اب کتنا بڑا ہو گیا ہے اور لاہور کی جو influence ہے وہ باقی پنجاب پر کیا ہے؟ یہ اس سلسلے میں World Bank کی رپورٹ ہے---

جناب ڈپٹی سپیکر: مخدوم صاحب! ذرا ایک منٹ، ہمارے پریس گیلری کے دوستوں کی طرف سے ایک رپورٹ آئی ہے کہ ان کے کوئی سینئر صحافی کے بچے کا قتل ہوا ہے تو میں اپنے منسٹر چودھری عبدالغفور صاحب اور منسٹر ندیم کامران صاحب سے کہتا ہوں کہ ہمارے پریس کے دوستوں سے بات کر کے آئیں۔ جی، مخدوم صاحب!

مخدوم سید احمد محمود: جناب سپیکر! یہ ایک گراف ہے جو World Bank نے جاری کیا ہے۔ میں یہ آپ کی توسط سے فنانس منسٹر صاحب کے سپرد کرنا چاہتا ہوں۔ اس گراف کے مطابق حالت یہ ہے کہ لاہور میں پنجاب کا ڈویلپمنٹ بجٹ per capita 35 ہزار روپیہ خرچ کیا جارہا ہے، جھنگ میں صرف -/400 روپے per capita خرچ کیا جارہا ہے اور لاہور کا گراف دیکھ لیں کہ وہ بالکل تخت لاہور کی شکل ویسی ہی ہے جیسا کہ ہم تخت لاہور کے بارے میں تصور کرتے ہیں۔ باقی ضلعوں کو بھی دیکھ لیں کہ ان کی کیا پوزیشن ہے؟ اس رپورٹ کو میں آپ کی اجازت سے پڑھنا چاہوں گا۔

> Punjab Development Budget is heavenly concentrated to modernize its Provincial Capital Lahore while all other cities of the Province are neglected and work fully legging behind in terms of influence social and development indicators.

جناب سپیکر! یہ میں نے جو پہلا پیراگراف پڑھا ہے یہ کہتا ہے کہ جو بجٹ ہے وہ لاہور میں لگتا ہے اور پنجاب کے باقی تمام بے چارے شہر پنجاب کے ڈویلپمنٹ فنڈ سے محروم ہیں اور پنجاب کے بجٹ کے ثمرات سے محروم ہیں۔ آگے دوسرا پیراگراف سنئے۔

> The cities of southern Punjab are legging further behind and now empirical evidences available that the Provincial Government is not providing sufficient resources to bring the people of that area at par in the central Punjab.

وہ کہتا ہے کہ لاہور تو بہت اوپر ہے باقی پنجاب کے تمام شہر بہت پیچھے ہیں لیکن جو ساؤتھ پنجاب ہے اس کے شہر اور بھی زیادہ پیچھے ہیں۔ According to the finding of the World Bank میں یہ World Bank کی رپورٹ پڑھ رہا ہوں۔

> A copy which is available with news Lahore dated…per capita of expenditure on development side that are now touching a level of 35 thousand per person in Lahore.

اگر پنجاب ڈویلپمنٹ کے فنڈ کو per head پر تقسیم کیا جائے تو وہ کہتا ہے کہ لاہور میں 35ہزار روپیہ فی کس خرچ ہو رہا ہے۔

Some lowest cities are showing very nominal expenditure indicating that only a few hundred rupees standing on the personal basis or done in order to keep them continuously into the era of Stone age.

یہ پیراگراف کہتا ہے کہ لاہور میں 35ہزار روپے فی کس خرچ ہو رہے ہیں اور پنجاب کے باقی شہروں میں چند سو روپے فی کس خرچ ہو رہے ہیں اور یہ Stone age کے زمانہ کی ترقی کی رفتار ہے، وہ بے چاری ادھر پائی جا رہی ہے۔

The Word Bank states that the issues of the public sector development faced cute difficulties at the Federal level but the nature of difficulties of Provincial Development Programme seemed more serious and requires efforts for overhauling while the measures problems identified by the Word Bank is concentration of development schemes in only the Provincial Capital in the case of Punjab.

میں اس sentence کو پھر پڑھتا ہوں یہ بڑا مزیدار sentence ہے۔

While of the measures problems identified by the World Bank is concentration on development schemes in only the Provincial Capital in the case of Punjab. The PML(N) Punjab Government has failed to bring any paladin shift for bringing any desired improvement in the development spending that should aim and bring those areas at par with the developed cities of the Province. The World Bank official said presented its signing before the highest of Provincial Government. But there was no move on the part of anyone including bureaucracy of the Punjab recently to rectify this

situation so far. The city of Jhang is at the bottom of the list in which per capita expenditure on development is almost negligible.

اب یہ پنجاب کا بجٹ ہے کہ لاہور میں 35ہزار روپے اور جھنگ میں صفر ہے۔

The Jhang, Layyah, Toba Tek Singh, Bahawalnagar, Khanewal and Rajanpur cities are at the bottom where per capita expenditure on development are at the lowest. These expenditures stood at just a few hundred rupees in terms of per capita expending on development as compared to 35 thousand rupees in Lahore. In case of Lahore, the per capita expenditure on development are touching 35 thousand rupees only indicating that the development schemes are mainly concentrated in the Provincial Capital. Only the highest number of second city in the terms of per capital expenditure on the development is Rawalpindi.

یہ پیراگراف کہتا ہے جو دوسرے نمبر پر شہر آتا ہے جس میں پنجاب کا بجٹ خرچ ہو رہا ہے وہ راولپنڈی ہے لیکن اب آپ آگے سنیں یہ کیا کہتا ہے۔

In which this ratio was standing at ten thousand rupees showing it was far less as compared to Lahore. Mianwali is the third measure city with the per capita income stands at less than ten thousand rupees. The fourth city is Gujranwala where the per capita expenditure on development is hovering around 8 thousand rupees. The fifth position is the city of Chakwal where the per capita expenditure on development is 7 thousand rupees. All of the measure cities and districts of Punjab are spending less than 5 thousand rupees per capita on development in

their respective areas. Such neglected cities included Muzaffargarh, Nankana Sahib, Kasur, Gujrat, Bhakkar, Rahim Yar Khan, Mandi Bahauddin, Faisalabad, Hafizabad, D.G. Khan, Sargodha, Jhelum, Sialkot, Bahawalpur, Narowal, Attok, Pakpattan, Sheikhupura, Okara, Sahiwal, Vehari, Lodhran, Khushab, Rajanpur, Khanewal, Bahawalnagar, Toba Tek Singh, Layyah and Jhang.

جناب سپیکر! یہ جو لاہور ہمارے ساتھ کرتا آیا ہے اور اسی وجہ سے ہم یہ سمجھتے ہیں بلکہ اس House میں بیٹھی ہوئی تمام بڑی جماعتوں سے میری آپ کے توسط سے مؤدبانہ گزارش ہوگی کہ خدا کے لئے اس بات کو ٹھیک کرنے کا ایک ہی حل ہے کہ اپنے اپنے منشور میں بہاولپور صوبے کی بحالی ڈالیں اور اپنے اپنے منشور میں جو لوگ سرائیکی صوبہ مانگ رہے ہیں ان کے لئے ملتان صوبے کو درمیان میں ڈالیں اور اس ملک کو آگے کی طرف لے کر چلیں۔ دیکھیں! اب کوئی بات چُھپتی نہیں ہے۔ یہ جو رپورٹ میں نے پڑھی ہے یہ میری رپورٹ نہیں ہے اور میں نے جو فنانس منسٹر صاحب کو دی ہے یہ میری تحریر نہیں ہے، یہ World Bank کی تحریر ہے اور یہ ہوتا چلا جائے گا، اس کو ہم ٹھیک نہیں کر سکتے۔ جو تخت لاہور ہے، جس کا ذکر ہم بابا بلھے شاہ صاحب کی شاعری میں سنتے تھے یہ بات خواہ مخواہ باہر نہیں آئی یہ واقعی ایک حقیقت ہے اور جس کو World Bank نے prove کیا ہے۔

ہم لوگ بہت پیچھے ہیں، جب تک ہماری اپنی اسمبلی نہیں ہوگی، جب تک ملتان کی اپنی اسمبلی نہیں ہوگی اور جب تک بہاولپور کی اپنی اسمبلی نہیں ہوگی ہماری بات کون سنے گا؟ یہاں تو چار سو بندہ بیٹھا ہوا ہے اس چار سو بندے کے پاس ٹائم ہی نہیں ہے۔ آپ مجھے بتائیں کہ یہاں پر ڈونگا بونگا کی بات ہو سکتی ہے، ماچھکہ کی بات ہو سکتی ہے؟ اور یہاں پر تو بڑی مشکل سے جو لوکل لوگ ہیں وہ بات کر لیتے ہیں۔ ہمارے بے چارے ستائے ہوئے لوگ ہیں، ہم لوگ بہت دور سے آتے ہیں اور آتے آتے اتنے تھک جاتے ہیں کہ یہاں کھڑے ہو کر ہم اپنے آپ کو assert نہیں کر پاتے۔ صحیح بات ہے تب ہی ہمارا یہ حال ہے تو ہماری حالت پر رحم کریں۔ میں آپ کے توسط سے ان بڑی جماعتوں سے ہاتھ باندھ کر گزارش کرتا ہوں کہ یہ کسی کا political agenda نہیں ہے۔ میں یہ باتیں سُنتا ہوں کہ یہ political

agendaہے، فلاناں ڈھمکانا ہے، یہ کسی کا political agendaنہیں ہے یہ اس ملک کی بقاء کی بات ہے، اس ملک کی ترقی کی بات ہے۔ اللہ کا نام لے کر اپنی اپنی جماعت کے منشور میں یہ بات ڈالیں، بہاولپور بھی صوبہ تھا، قائداعظم کے پاکستان میں بہاولپور کی صوبائی حیثیت تھی۔ تاریخی طور پر ملتان بھی ہمیشہ سے صوبہ تھا، اس کو بھی صوبہ بنا دیں ہم اپنے مسائل اپنی اسمبلیوں میں پیش کریں گے۔ بہاولپور کی صوبائی حیثیت بھی بحال کر دیں اور اگر بھکر، جھنگ، میانوالی، سرگودھا والے چاہتے ہیں تو ان کو بھی صوبہ بنا دیں اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا بلکہ ملک ترقی کرے گا۔ پنجاب کے بارے میں جو misconceptionsہیں وہ بھی دور ہو جائیں گی اور یہ جو پنجاب کی بیوروکریسی ہے یہ لاہور میں بیٹھ کر صادق آباد نہیں جا سکتی، اگر یہ پونے پانچ سو میل کا فاصلہ طے کر کے وہاں جائے گی تو ان کا تو پورا بجٹ TA/DAمیں لگ جائے گا۔ یہاں سے سیکرٹری صاحب صادق آباد کے پرائمری سکول کو visitکرنے جائیں گے تو ان کا TA/DAملاحظہ فرمائیں کیونکہ سیکرٹری صاحب اکیلے تو جائیں گے نہیں، پورا ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ stand toہو گا۔ لاہور سے لے کر صادق آباد تک، سیکرٹری صادق آباد جا سکتا ہے اور نہ صادق آباد سے غریب یہاں آ سکتا ہے تو اس ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ کا کیا فائدہ؟ ہمیں تو اس ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ کا کوئی فائدہ نظر نہیں آتا جو ایجوکیشن provideہی نہیں کر پا رہا اور failureکی طرف جا رہا ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ انہی ٹاٹ کے سکولوں سے بہترین ڈاکٹرز، بہترین سول بیوروکریٹس، بہترین سیاستدان، Noble Prize winnersپیدا ہوتے تھے۔ آج پرائمری سکول وہ کام نہیں کر رہے جو آج سے بیس سال پہلے کر رہے تھے تو آئندہ یہ حالات کیسے ٹھیک ہو جائیں گے؟ یہ ٹھیک نہیں ہو سکتے۔ آج جو B.H.Uہے اس کی وہ حالت نہیں ہے جو آج سے بیس سال پہلے تھی۔ آج وہ تمام infrastructureجو انگریز بنا کر گیا تھا وہ تنزلی کا شکار ہے اور آج پنجاب گورنمنٹ اس infrastructureکو فروخت کرنے کے لئے مجبور ہے جو انگریز نے اس لئے بنایا تھا کہ وہاں پر visits ہوں گے۔ Irrigation Departmentکے جو Rest Housesتھے وہ اتنے خوبصورت تھے اور نہ وہاں پر کوئی مشینیں لگی ہوئی تھیں وہ اس لئے تھے کہ Secretary Irrigationکو حکم ہوتا تھا، ان کا entire scheduleہوتا تھا، وہ رات کو بجلی کے بغیر ان guest housesمیں جا کر ٹھہرا کرتے تھے۔ اس زمانے میں بجلی نہیں تھی اور آج Secretary Irrigationکے پاس فرصت ہی نہیں ہے، آج Secretary Educationکے پاس ٹائم ہی

نہیں ہے، آج Agriculture Secretary کے پاس کوئی وقت ہی نہیں ہے اور آج Secretary Health کے پاس کوئی ٹائم نہیں ہے، یہ نہیں چل سکتا۔ یہ سسٹم نہیں چلے گا اور یہ collapse ہوتا چلا جائے گا۔ ہم سب اس اسمبلی میں پنجاب کی بہتری کے لئے آئے ہیں اور ہمیں پنجاب سے محبت ہے۔ احمد محمود کو پنجاب سے محبت ہے، احمد محمود کو لاہور سے محبت ہے، ہم لاہور سے پیار کرنے والے لوگ ہیں لیکن ہم چاہتے ہیں کہ جو لوگ ہمیں یہاں بھیجتے ہیں ان کے مسائل حل ہوں۔ ہم نے لاہور میں گھر بنایا ہے، لندن میں نہیں بنایا۔ لاہور میں گھر اس لئے بنایا ہے کہ سب سے اچھی تعلیم یہاں ہے، سب سے اچھی health facilities یہاں ہیں، سب سے اچھا infrastructure یہاں ہے اس لئے لاہور میں گھر بنایا ہے نہیں تو ہم بہاولپور میں گھر بناتے۔ میری اس بجٹ بحث کے توسط سے یہ گزارش ہے کہ خدا کے لئے ہماری فریاد کو ہمدردانہ طریقے سے دیکھا جائے، یہ جو 193 بلین روپے ہے میں اگلے سال کے بجٹ میں دیکھوں گا کہ یہ کیسے خرچ ہوا اور یہ جو 54 بلین روپیہ کائرہ صاحب نے مہربانی فرماتے ہوئے ہمیں دیا ہے اس پر بھی ہم انشاء اللہ تعالیٰ اگلے بجٹ میں بات کریں گے کہ یہ کیسے خرچ ہوا۔ میں کائرہ صاحب سے گزارش کروں گا کہ جب تک ہمارا صوبہ نہیں بنتا اس وقت تک کوئی ایسا سسٹم بنائیں کہ یہ 54 بلین روپے لاہور میں ان Secretaries کے پاس نہ رہ جائیں یہ ہم تک پہنچ جائیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

ایسی کون سی رکاوٹ ہے جو یہ کام نہیں ہو سکتا؟ 54 بلین روپیہ آپ نے بجٹ میں رکھا ہے، یہ بجٹ آپ ہمیں دے دیں ہم خرچ کریں گے۔ میری کائرہ صاحب کے لئے تجویز ہے کہ Provincial Development Committee بنائی جائے جو بیٹھک لاہور میں بیٹھے اور اس ہاؤس کی ایک Divisional Development Committee ہو جب division کے level پر بیٹھیں اور پھر ایک District Development Committee بنائی جائے جو district کے level پر بیٹھے اور ان تینوں کمیٹیوں کی آپس میں coordination ہو اس کا آپ کو فائدہ ہو گا، جو Committee Provincial Development ہے یہ division کو releases کرے اور جو Divisional Development Committee ہے وہ district کو کرے تب جا کر یہ 54 بلین روپے خرچ ہوں گے ورنہ میں آپ کو بتا رہا ہوں اس پیسے کو خرچ کرنے کی رحیم یار خان، بھکر، لیہ، میانوالی ان کی capacity نہیں ہے اور یہ صرف کاغذوں میں رہ جائے گی اور یہ جو Secretaries ہیں یہ بیٹھ کر کہیں گے کہ ادھر capacity نہیں ہے ہم کیسے خرچ کریں تو خدا کا نام لیں یہ جو Secretaries Finance بیٹھے ہوئے

ہیں ان سے ہماری جان چُھڑائیں۔ یہ پیسا آپ ہمیں دیں ہم خود اس پیسے کو خرچ کریں گے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! آخر میں، میں آپ کا بہت بہت شکریہ ادا کرتا ہوں اور اس اُمید کے ساتھ میں اپنی بات کو اختتام کی طرف لے کر جاتا ہوں کہ جس ہمدردی کے تحت، جسpolitical visionکے تحت، جسpolitical willکے تحت انہوں نے ہمارے پیسے بڑھائے ہیں اب اسیcommitment کے ساتھ اب اسvision کے ساتھ اور اسیpolitical will کے ساتھ یہ ہمارے پیسے ہم تک خرچ بھی کروائیں گے میں آپ سے اجازت چاہتا ہوں۔ بہت بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ

ڈاکٹر محمد اشرف چوہان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں۔.No point of order

سینئر وزیر/ وزیر آبپاشی و قوت برقی (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! میں گزارش کرنا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی۔

سینئر وزیر/ وزیر آبپاشی و قوت برقی (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! مخدوم صاحب نے اپنی تقریر میں صوبوں کا بھی مطالبہ کیا ہے تو میں اپنی پارٹی کی طرف سے یہ وضاحت کر دوں کہ ہم نے تو گلگت / بلتستان کا بھی صوبہ بنایا اور ہم پنجاب کے بھی مزید صوبوں کے خلاف نہیں ہیں لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ ابھی مناسب وقت نہیں ہے اس وقت ملک حالت جنگ میں ہے، دہشت گردی کے خلاف جنگ ہو رہی ہے اور اس کے ساتھ مالی طور پر بھی ملک اس پوزیشن میں نہیں کہ نئے صوبے بنائے جا سکیں۔ جیسے ہی یہ پوزیشنclearہو گی انشاءاللہ نئے صوبوں کے بارے میں سوچا جائے گا۔(نعرہ ہائے تحسین)

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، قائد حزب اختلاف!

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): جناب سپیکر! شکریہ۔ پیپلز پارٹی کی طرف سے جس طرح جذبات کا اظہار کیا گیا ہے ہماری ایک قرارداد ہے یا یہ خود قرارداد لے آئیں یا ہماری قرارداد میں شامل ہو جائیں۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میرا خیال ہے آج ہم بجٹ پر ہی بات کریں، بجٹ پر بحث ہو رہی ہے۔

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): جی، انہوں نے یہ بات شروع کی ہے۔

(اس مرحلہ پر صحافی حضرات اپنا احتجاج ختم کر کے واپس پریس گیلری تشریف لے آئے)

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، ندیم کامران صاحب press gallery کے صحافیوں سے بات کرنے گئے تھے۔

وزیر خوراک (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! سب سے پہلے تو میں پریس کے تمام حضرات کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جو ابھی تشریف لے آئے ہیں۔ میرے ساتھ مجتبیٰ شجاع الرحمٰن صاحب اور چودھری غفور صاحب بھی گئے تھے۔ ہمیں واقعی بہت افسوسناک خبر ملی ہے۔ یہ پہلے ہی کچھ لوگوں کے علم میں تھی لیکن اس ہاؤس کے علم میں نہیں تھی۔ فیصل آباد سے تعلق رکھنے والے ہمارے ایک معزز صحافی ایم ایس فخری صاحب کے اڑھائی سالہ بچے کو ایک شخص نے درندگی کی صورت میں پٹخ، پٹخ کر مار دیا، یہ 5۔ مئی کا واقعہ ہے اس کے بعد وہ گرفتار ہو چکا ہے اور جیل میں ہے۔ اس حوالے سے دو تین باتیں سامنے آئی ہیں۔ ایک تو اس کو جیل میں extra facilitate کیا جا رہا ہے اور اس کے لئے انہوں نے بات کی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ تھانہ مصطفیٰ آباد کی پولیس ان کے ساتھ تعاون نہیں کر رہی اور تیسری بات یہ ہے کہ جو ہمارے ایم پی اے اللہ رکھا صاحب کے علم میں یہ بات مکمل طور پر ہے اس کو کچھ سیاسی طور پر بھی support مل رہی ہے اس سلسلے میں بھی ان کو کچھ شکایت تھی اور اللہ رکھا صاحب اس کو manage بھی کر رہے ہیں اور ان کے ساتھ تعاون بھی کر رہے ہیں۔ میں ان سے گزارش کروں گا، ان کا مطالبہ یہ ہے کہ آپ پولیس کو اس ہاؤس کی وساطت سے direction دیں کہ وہ انصاف پر مبنی کام کریں اور چودھری غفور صاحب کے ذمہ یہ کام لگایا گیا ہے کہ ان کو جو بلاوجہ extra facilitate کیا جا رہا ہے اس کو ختم کیا جائے۔ میں ہاؤس کی طرف سے یقین دہانی کروانا چاہتا ہوں اور آپ سے گزارش کروں گا کہ ہمیں اس کام کو فوری طور پر کرنا ہے اور کل ہی ہم چاہتے ہیں کہ آپ کے آفس میں اس پر

ایکmeeting callکی جائے جس میں آئی جی صاحب کو بلایا جائے اور اس مسئلہ کوseriouslyلیا جائے۔ آپ کی وساطت سے میںpressکو بھی ensureکرنا چاہتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ فوری طور پر اس پرactionلیا جائے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میرا خیال ہے کہ آپ، چودھری عبدالغفور صاحب، اللہ رکھا صاحب اور متعلقہ لوگ پریس گیلری کے دوستوں کو بٹھا کر جس طرح وہ کہتے ہیں اس معاملے کو دیکھیں۔

وزیر خوراک (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! آپ مہربانی فرما کرIG Prisonsاور IG Police Punjabکو بھی کہہ دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر:Prisonsکے منسٹر تو سامنے بیٹھے ہیں۔

وزیر جیل خانہ جات (چودھری عبدالغفور): جناب سپیکر! منسٹر صاحب نے جو کچھ کہا ہے ہم نے اس کو چیک کیا ہے اور یقیناً یہ بہت ظلم اور زیادتی ہے کہ ایک اڑھائی سال کےinnocentبچے کو ایک شخص نے پکڑ کر دیوار کے ساتھ مارا ہے اورat the spotاس کیdeathہو گئی۔ اس کے والد کے بقول اس بچے کو گلی سے نہیں پکڑا گیا، اس بچے کو گھر کے اندر سے پکڑ کر لایا گیا ہے اور اس کے بعد دوسرے بچے کے ساتھ بھی انہوں نے اسی طرح زیادتی کی ہے اور جس بندے نے یہ کام کیا ہے اس کو پاگلdeclareکرنے کے لئے بڑی کوشش کی جا رہی ہے۔ جیل کے اندر اس کا یہ معاملہ ہے کہ اس کو ہسپتال میں رکھا گیا ہے۔ میں اپنے آئی جی کو بھیconveyکر رہا ہوں کہ کسی صورت بھی ایسے درندے کو facilitate نہیں کیا جانا چاہئے۔ انہوں نے اس سلسلے میں کچھ نام بھی point outکئے ہیں جو پولیس کے ذریعے ان کو facilitateکرنا چاہتے ہیں ان کے متعلق بھی آپ کو بتائیں گے اور ان سے بات بھی کریں گے۔ آپ کی مہربانی کہ آپ نے اس پر کمیٹی بھی بنا دی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آئی جی کو کل اپنے ایس پی کے ساتھ اور اس کیس کی پوری معلومات کے ساتھ یہاں پر آنا چاہئے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر ہمارے لاہور جیسے شہر کے اندر کوئی اس طرح سے اس معصوم پھول کو مسل دے اور اسے سزا بھی نہ ملے تو یہ بڑا ظلم ہو گا۔ مجھے یہ بھی پتا چلا ہے کہ شاید وہ شخص ملک سے باہر جانے کی کوشش بھی کر رہا ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ

اس ہاؤس کے ذریعے ایف آئی اے کو ایک direction جانی چاہئے اور اس کا نام ECL میں بھی درج ہونا چاہئے تاکہ اس شخص کو قرار واقعی سزا دی جاسکے۔ بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: سیکرٹری صاحب اس بات کی اطلاع کر دیں کہ کل اس مسئلے پر میٹنگ ہوگی اور ہم اس سارے مسئلے کو دیکھیں گے۔ اب میں شیخ علاؤالدین صاحب سے گزارش کروں گا کہ وہ بجٹ پر بحث کریں۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے۔

میاں محمد رفیق: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بجٹ پر بحث ہے اس لئے میں پوائنٹ آف آرڈر پر زیادہ موقع نہیں دوں گا۔

میاں محمد رفیق: جناب والا! آپ ہمیں بات کرنے کا موقع نہیں دیتے، میں آپ کے رویے کے خلاف احتجاجاً walkout کرتا ہوں۔ (قطع کلامیاں)

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ میں نے ثناء اللہ مستی خیل صاحب کو floor دیا ہے۔ جی!

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی خاتم النبیین۔ اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

جناب سپیکر! میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے موقع دیا اور مجھے Honourable Leader of the Opposition اور مخدوم احمد محمود صاحب کے بعد موقع دیا گیا۔ میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتا ہوں کہ جس نے صوبہ پنجاب کی عوام کی منتخب حکومت کو تیسرا بجٹ پیش کرنے کا موقع عنایت فرمایا چونکہ جمہوریت میں جمہور کی representation ان کی elected governments کرتی ہیں اور جمہوریت کا حسن یہ ہوتا ہے کہ policies اور vision جمہور کے مفادات کو سامنے رکھ کر بنائی جائیں اس پر بجٹ بنتے ہیں، no doubt بجٹ کی دستاویز کسی بھی حکومت کی vision، پالیسی اور ان کی direction کی سمت کا تعین کرتی ہے۔ آج مجھے یہ کہنے دیجئے کہ میرے اپوزیشن کے بھائیوں نے تنقید کے نشتر ضرور چلائے، ہم ان کی تنقید کو open arm and open heart سے قبول کرتے ہیں۔ (شور وغل)

جناب ڈپٹی سپیکر: میری معزز ممبران سے گزارش ہے کہ اپنی اپنی سیٹیں جو allotted ہیں ان پر بیٹھیں اور اگر کسی منسٹر سے بات کرنی ہے تو لابی میں جاکر کریں، لابی اس لئے ہی ہوتی ہے۔ جی، آپ اپنی بات جاری رکھیں۔

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: اگر تنقید صوبے کی 8 کروڑ عوام کی فلاح و بہبود کی خاطر ہو تو ہم اسے open heart سے قبول کریں گے ۔ ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ آج دنیا کے اندر جو پورا international recession تھا یہ موجودہ بجٹ اس تناظر کے اندر عالمی اور national level کی economy کو مد نظر رکھ کر ground realities کو دیکھ کر بنایا گیا ہے ۔ میں اس موقع پر وزیر خزانہ صاحب کو خصوصی طور پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ جناب وزیر اعلیٰ، خادم اعلیٰ پنجاب کے vision کو خصوصی طور پر سراہتا ہوں اور اس حکومت کی efforts کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ میں کہاں سے شروع کروں اور کہاں پر بات ختم کروں جتنا عوام دوست pro poor اور ٹیکس فری بجٹ ہے کہ اس کے اندر چاہے صحت ہے، تعلیم ہے، زراعت ہے، آبپاشی ہے اس بجٹ میں تمام چیزوں کا احاطہ کیا گیا ہے اور میں اس پر آج to the point بات کروں گا۔ قائد حزب اختلاف کی باتوں کو میں rebut کروں گا۔ محسن لغاری صاحب آپ اس چیز کے گواہ رہنا، میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس وقت پاکستان کے اندر خصوصی طور پر ہماری عوام اس وقت جس کرب اور مشکلات کا شکار ہے وہ کسی سے ڈھکا چھپا نہیں ہے۔ ہمارے لوگ جو آج کہتے ہیں کہ چیف منسٹر پنجاب نے سستی روٹی کی سکیم کیوں شروع کی؟ اس کا خمیازہ آپ نے کل دیکھا جو رکشا ڈرائیور نے خودکشی کی۔ یہ سستی روٹی کا جو preplanned programme شروع کیا گیا ہے یہ ان غریب مزدوروں، کسانوں اور neglected لوگوں کے لئے ہے جن کے پاس وسائل نہیں ہیں۔ آپ مجھے کہنے دیجئے کہ:

غریبِ شہر تو فاقوں سے مر گیا
امیر شہر نے ہیرے سے خودکشی کر لی

میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے اپوزیشن کے بھائیوں کی بھی ہیرے والی صورت بنے گی۔ 200/- روپے کمانے والے مزدور کے لئے، کم تنخواہ دار لوگوں کے لئے سستی روٹی میں جو focus

points ہیں میں اپنے بھائیوں کو بتا دینا چاہتا ہوں ان میں ریلوے سٹیشن، بس سٹینڈ، لیبر کالونیز اور کچی آبادیوں کو focus کیا گیا ہے اور یہ purely urbanization programme ہے، یہ purely پنجاب کے شہروں کو cater کرنے کے لئے بنایا گیا اور جو کم آمدنی والے ملازمین ہیں ان کی سانسوں کا سلسلہ بحال کرنے کے لئے یہ پروگرام شروع کیا گیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ قابل تحسین ہے اگر میں یہ نہ کہوں کہ ہم خونی انقلاب سے بچنے کے لئے اگر ایسی عوام دوست سکیمیں شروع نہ کرتے تو مجھے کہنے دیجئے کہ آج جو لوگ فاقوں سے خودکشی کر رہے ہیں وہ یہ کہتے ہوئے باہر نہ نکل آئیں۔

جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہ ہو روزی
اس کھیت کے ہر خوشہ گندم کو جلا دو

اس میں جو سستی روٹی سکیم ہے اس کے فوائد بھی ہم discuss کر سکتے ہیں، ان کی خامیوں کو ہم discuss کر سکتے ہیں، اس کی حقیقت سے، اس کی فلاسفی سے ہم انکار نہیں کر سکتے اور میرے جو بھائی بار بار سستی روٹی سکیم کو criticize کر رہے ہیں اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ سستی روٹی پر 60 کروڑ روپیہ ماہانہ خرچہ کیا جا رہا ہے میں ان کو بتا دینا چاہتا ہو ں کہ سستی روٹی سکیم کے لئے previous budget میں 7.5۔ارب روپے رکھے گئے تھے جس کو decrease کر کے ہم 5 بلین روپے پر لائے ہیں۔ پہلے تنوروں کی تعداد 13980 تھی۔ میرے خیال میں یہ بات ابھی میڈیا کے سامنے بھی نہیں آئی جس کو پانچ focused areas میں تقسیم کیا گیا جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا ریلوے سٹیشن، ہسپتال، لیبر کالونیز ان کے priority areas تھے اور اب تنوروں کی تعداد دس ہزار چھ سو ساٹھ کر دی گئی ہے۔۔۔

جناب محمد محسن خان لغاری: لکھی ہوئی تقریر نہیں، پڑھی جا سکتی۔

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: میں figures بتا رہا ہوں، دیکھ کر نہیں پڑھ رہا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وہ consult کر سکتے ہیں۔ آپ Chair کو مخاطب کر کے بات کریں۔

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: جناب سپیکر! میرے خیال میں ان کو 150 ملین روپیہ روزانہ دیا جا رہا ہے۔ جو لوگ 7 کروڑ روپے کی بات کرتے ہیں میں آج انہیں اسمبلی کے floor پر چیلنج کرتا ہوں کہ اگر

وہ اپنی بات ثابت کر دیں تو میں تاحیات سیاست چھوڑ دوں گا- میرے پاس سستی روٹی کی افادیت کے پروگرام کے بارے میں وائٹ پیپر ہے جو میں سردار محسن لغاری کے حوالے کروں گا-(قطع کلامیاں)

جناب ڈپٹی سپیکر: .No cross talk please تشریف رکھیں-

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: یہ پنجاب کی تاریخ کا سب سے بڑا ڈویلپمنٹ بجٹ پیش کیا گیا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ اس سے بڑا بجٹ پاکستان اور خاص طور پر پنجاب کی تاریخ میں پیش نہیں کیا گیا-اس میں تمام علاقوں کو cover کیا گیا ہے-آپ نے پچھلے سال بھی مخدوم احمد محمود کی تقریر سنی ہو گی اور آج کی بھی سنی ہے-ان کی آج کی تقریر اور پچھلے سال کی تقریر میں زمین آسمان کا فرق ہے-اس بجٹ کے اندر پنجاب کے تمام علاقوں کی نمائندگی کی گئی ہے چاہے وہ جنوبی پنجاب، میانوالی بھکر یا راولپنڈی کے علاقے ہوں سب علاقوں کی براہ راست نمائندگی کی گئی ہے کیونکہ پنجاب حکومت کا motto دیانتداری، شفافیت، میرٹ اور good governance ہے۔میں این ایف سی ایوارڈ پر وزیر اعلیٰ پنجاب کے vision کو سلام پیش کرتا ہوں اور وزیر خزانہ کو بھی کہ جو لوگ پہلے پنجاب کو گالی دیا کرتے تھے، جو پنجاب کو غاصب کہا کرتے تھے اور ہمارے چھوٹے صوبوں کے جو لوگ پنجاب کے بارے میں طرح طرح کی باتیں کیا کرتے تھے-میں اس چیز کا eye witness ہوں کہ جب میں نیشنل اسمبلی میں تھا تو ہمارے سامنے چھوٹے صوبوں کے لوگ یہ باتیں کرتے تھے لیکن آج وزیر اعلیٰ پنجاب اور موجودہ حکومت نے جو این ایف سی ایوارڈ دیا ہے اس سے صوبوں کے درمیان ہم آہنگی میں اضافہ ہوا ہے-میں سمجھتا ہوں کہ یہ پاکستان کی یکسانیت کو مضبوط کرنے کی بات ہے-اس کے علاوہ جو اٹھارویں ترمیم لائی گئی ہے میں سمجھتا ہوں کہ یہ جمہوریت کی بہت بڑی فتح ہے- محترمہ بے نظیر بھٹو اور میاں نواز شریف صاحب نے جو Charter of Democracy sign کیا تھا اس کے مطابق پورے پاکستان کی 18 کروڑ عوام کے منتخب نمائندوں نے متفقہ طور پر اٹھارھویں آئینی ترمیم کو پاس کیا ہے- آج مجھے یہ کہنے دیجئے کہ وزیر اعلیٰ صاحب نے جو subsidy پروگرام شروع کیا ہے چاہے رمضان المبارک میں عوام کو سستا آٹا دینا ہو، چینی فراہم کرنے کے اقدامات ہوں یا wheat procurement کی subsidy ہو یہ سب قابل تحسین ہیں-اس کے علاوہ خاص طور پر پبلک ٹرانسپورٹ کے لئے جو subsidy دی گئی ہے وہ بھی قابل تحسین ہے-

جناب ڈپٹی سپیکر: وزراء صاحبان! اگر آپ نے باتیں کرنی ہیں تو پھر لابی میں تشریف لے جائیں-

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: جناب سپیکر! محترم قائد حزب اختلاف نے جو باتیں کی ہیں میں ان کا one by one جواب دوں گا۔ انہوں نے یہ کہا کہ 43 فیصد utilization ہے۔ میں آج پھر اپوزیشن کو چیلنج کر رہا ہوں اور document کے ساتھ prove کر رہا ہوں کہ سابقہ بجٹ میں جو 175 بلین روپے کا ڈویلپمنٹ بجٹ دیا گیا تھا up till May 134۔ ارب روپے خرچ ہو چکے ہیں جو 82 فیصد بنتا ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ Chair کو مخاطب کر کے بات کریں۔

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: جناب سپیکر! چودھری ظہیر صاحب میرے لئے قابل احترام ہیں انہوں نے جو اعداد و شمار دیئے ہیں ان سے میرا اتفاق اس لئے ممکن نہیں ہو رہا چونکہ ان کے پاس کوئی document نہیں ہے۔ ہوا میں باتیں کرنا آسان ہے لیکن اسے document سے prove کرنا بہت مشکل ہے۔ انہوں نے یہ کہا کہ وزیر اعلیٰ پنجاب کے سیکرٹریٹ میں فنڈز کو بڑھایا گیا ہے۔ پچھلے پانچ سات سال میں وزیر اعلیٰ سیکرٹریٹ کے جو فنڈز رہے ہیں میں وہ آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں۔ سابق حکومت میں جب چودھری پرویز الٰہی صاحب قائد ایوان تھے 08-2007 میں وزیر اعلیٰ سیکرٹریٹ کے لئے 395 ملین روپے رکھے گئے تھے۔ 09-2008 میں 260 ملین روپے رکھے گئے تھے۔ 10-2009 میں 290 ملین روپے رکھے گئے تھے اور آج 11-2010 میں 266 ملین روپے رکھے گئے ہیں اور اس میں بھی وزیر اعلیٰ صاحب نے 25 فیصد cut کا فیصلہ کیا ہے۔ وزراء کی تنخواہیں بھی کم کی گئی ہیں۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! انہوں نے کہا کہ خادم اعلیٰ پنجاب اپنے اخراجات کنٹرول کریں۔ مجھے آج یہ بتاتے ہوئے خوشی محسوس ہو رہی ہے کہ انہوں نے نہ صرف اپنے اخراجات کو کنٹرول کیا ہے بلکہ انہوں نے تو سادگی کی مثالیں قائم کی ہیں۔ 8 کلب کا وہ محل، 8 کلب کا وہ پیلس میرے ان بھائیوں کا مذاق اڑا رہا ہے، انہوں نے اس میں جو شیشے لگائے تھے، اس میں جو فرنیچر لگایا تھا جو اس کے فرش بنائے تھے۔ مجھے حیرانی ہوتی ہے کہ یہ کس منہ سے بات کرتے ہیں؟ یہ کہا گیا کہ زیر استعمال گاڑیاں بڑھالی گئی ہیں میں ان کے بارے میں بھی گوش گزار کرنا چاہتا ہوں کہ تقریباً 600 گاڑیوں کو نیلام کیا گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ صحت کا وزیر نہیں ہے۔ میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ فوج ظفر موج بھرتی کرنے کی بجائے وزیر اعلیٰ پنجاب اور حکومت نے صحت کے میدان میں جو vision دیا ہے اور انہوں نے کہا کہ 2900 ڈاکٹروں کی shortage ہے میں

ان کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ موجودہ بجٹ میں وزیر اعلیٰ پنجاب اور ان کی حکومت نے تقریباً ساڑھے چار سو ڈاکٹروں کی سیٹیں بڑھائی ہیں اور تین چار نئے میڈیکل کالج قائم کئے جا رہے ہیں-ایک کالج ڈیرہ غازی میں ہے، ایک ساہیوال میں ہے، ایک سیالکوٹ میں ہے اور ایک میڈیکل کالج گوجرانوالہ میں ہے-اس کے علاوہ سوشل سکیورٹی بھی دو میڈیکل کالج بنا رہی ہے-اس طرح ایک سال میں ایک ہزار ڈاکٹر تیار ہوں گے اور انشاءاللہ دو تین سالوں میں پنجاب کا کوئی گاؤں، کوئی قریہ اور کوئی گلی ایسی نہیں ہو گی جہاں ایم بی بی ایس ڈاکٹر اور ٹیکنیکل ڈاکٹر نہیں ہوں گے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! انہوں نے یہ خوب کہا کہ access to justice programme میں کمی کی جا رہی ہے-قائد حزب اختلاف کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ access to justice programme کا آخری سال ہے اب اسے wind up کر رہے ہیں-

جناب محمد محسن خان لغاری: سب کو justice مل گیا ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: آپس میں بات نہ کریں-آپ بھی Chair کو مخاطب کر کے بات کریں-

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: ان کی liabilities ہیں، انہیں clear کرنے کے لئے فنڈز رکھے گئے چونکہ اس سال میں اس کا end کر رہے ہیں-مجھے بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ شاید چودھری ظہیر صاحب بجٹ پر تقریر کی تیاری کر کے نہیں آئے انہوں نے فیصل آباد رِنگ روڈ کی بات کی کہ وہاں رِنگ روڈ نہیں بنا رہے-میں ان کی اطلاع کے لئے عرض کرتا ہوں کہ حکومت پنجاب نے فیصل آباد کے رِنگ روڈ کے لئے پیسے رکھ دیئے ہیں اور اس کی feasibility study کے لئے 30 ملین روپے رکھ دیئے گئے ہیں۔انشاءاللہ تعالیٰ اس پر کام شروع ہو رہا ہے۔

جناب سپیکر! یہاں پر کہا گیا کہ P&D کے لئے کوئی فنڈز نہیں رکھے گئے تو میں ان کو یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ Punjab Economic Opportunity Programme شروع کیا جا رہا ہے، اس کی total cost 7 billion ہے اور اس موجودہ بجٹ میں اس کے لئے 2.2 بلین روپے رکھے گئے ہیں۔ قائد حزب اختلاف نے یہاں پر جو باتیں کہی ہیں میں ان کو rebut کر رہا ہوں۔

جناب سپیکر! قائد حزب اختلاف نے کہا ہے کہ آپ کی حکومت نے زراعت کے لئے کچھ نہیں کیا تو میں ان کو یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ ہماری موجودہ حکومت نے زراعت کے لئے جتنا کچھ کیا ہے

شاید اس سے پہلے کبھی بھی اتنا کچھ نہیں کیا گیا۔ انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ آپ کی حکومت نے زرعی ریسرچ کے funds کم کئے ہیں تو میں ان کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ زرعی ریسرچ پر موجودہ حکومت جتنی رقم خرچ کر رہی ہے اتنا شاید previous حکومت کا زراعت کا total بجٹ بھی نہیں تھا۔ ہماری حکومت نے Agriculture Research Board کے ذریعے کروڑوں روپے کے منصوبے شروع کئے ہیں۔ موجودہ حکومت نے quality seed پر خصوصی توجہ دی ہے، quality seed کی مقدار بڑھائی جا رہی ہے جس کے لئے چائنا سے معاہدہ کیا گیا ہے۔ چائنا کی Silver Land Company پنجاب سیڈ کارپوریشن کے joint adventure سے B.T cotton seed تیار کر رہی ہے۔ اس کے علاوہ سیڈ کارپوریشن نے ایک مرتبہ پھر process سے گزر کر B.T.cotton variety کی حال ہی میں منظوری دی ہے اور یہ seeds تیار کئے جا رہے ہیں۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ کالا باغ ڈیم کے حوالے سے یہاں پر بات کی گئی ہے۔

کعبہ کس منہ سے جاؤ گے غالب
شرم تم کو مگر نہیں آتی

پچھلے آٹھ سال آپ نے اقتدار کے مزے لوٹے ہیں اگر آپ پنجاب اور پاکستان کی عوام کے خیر خواہ ہوتے تو اپنے دور حکومت میں کالا باغ ڈیم بنا دیتے۔ اس وقت جو شخص وردی میں ایوان صدر پر راجمان تھا وہ کالا باغ ڈیم بنا سکتا تھا۔ اس وقت آپ نے کالا باغ ڈیم کیوں نہیں بنایا، پنجاب کی عوام آپ سے سوال کرتی ہے کہ کیا آپ اس وقت سوئے ہوئے تھے؟ میں آپ کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ پنجاب کی موجودہ حکومت اب compromise نہیں کرے گی۔ ہم نے جیسے N.F.C. Award دیا، ہم نے جیسے 18th amendment دی اسی طرح انشاءاللہ تعالیٰ ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ ہم کالا باغ ڈیم پر بھی اپنے چاروں صوبوں کو متفق کرنے کے بعد کام کا آغاز کریں گے۔

جناب سپیکر! کہتے ہیں کہ تنخواہیں بڑھانے پر ہمیں تحفظات ہیں۔ پاکستان کی تاریخ میں، for the first time in the history of Pakistan پچاس فیصد تنخواہیں بڑھائی گئی ہیں۔ قائد حزب اختلاف کا اپنی تقریر میں vision and version یہ تھا کہ گریڈ 1 سے لے کر گریڈ 16 تک کے ملازمین کی تنخواہیں زیادہ بڑھائی جائیں اور گریڈ 18 سے لے کر گریڈ 22 تک کے ملازمین کی تنخواہیں نسبتاً کم بڑھائی

جائیں۔ چونکہ وفاقی حکومت نے ایک فیصلہ کر دیا اور ہم نے ان کے فیصلے کو honour کیا اور for the first time in the history of the Punjab پچاس فیصد تنخواہیں بڑھائی گئی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس سے پنجاب کے ساڑھے دس لاکھ ملازمین کو فائدہ پہنچے گا۔ قائد حزب اختلاف کہہ رہے تھے کہ پنجاب کے ملازمین مال روڈ پر ہڑتالیں کر رہے تھے، protest کر رہے تھے۔ یہ جمہوری حکومت ہے چونکہ ہم عوام سے آئے ہیں اس لئے ہم نے ان کی feelings کو سمجھا، ہم نے ان کے problems کو سمجھا اور ان کے grievances کو دور کرنے کی خاطر ہم نے بجٹ میں ملازمین کی پچاس فیصد تنخواہیں بڑھا دی ہیں۔

جناب سپیکر! قائد حزب اختلاف نے یہ بھی کہا کہ environment کے لئے کچھ نہیں کیا گیا تو میں ان کو یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ environment کے لئے بجٹ میں 335 ملین روپے مختص کئے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ پانچ مختلف منصوبہ جات شروع کئے گئے ہیں جو کہ بجٹ میں بھی شامل ہیں۔ ان کی مالیت 547 ملین روپے ہے۔ میرے خیال میں قائد حزب اختلاف پورے بجٹ کو پڑھ کر نہیں آئے۔

جناب سپیکر! اسی طرح ہم نے پولیس کے بجٹ کو بڑھایا ہے۔ Law and order کی خراب صورتحال ہمیں جہیز میں ملی ہے یہ نائن الیون (9/11) کے اس action کا reaction ہے۔ آج پورے پاکستان کی 18 کروڑ عوام متفق و متحد ہو کر اس terrorism کے خلاف جنگ لڑ رہی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: مستی خیل صاحب! آپ کا وقت ختم ہو چکا ہے۔ اب wind up کر لیں۔

جناب محمد ثناءاللہ خان مستی خیل: جناب سپیکر! میں یہ بتاتے ہوئے خوشی محسوس کر رہا ہوں کہ پنجاب میں ایک نئی police force اور اس کی نئی ٹریننگ کو introduce کروایا جا رہا ہے۔ اسی طرح ایلیٹ فورس کو آرمی کی ٹریننگ دلوائی جا رہی ہے اور already کافی زیادہ پولیس کے جوان آرمی کی ٹریننگ حاصل کر چکے ہیں۔

جناب سپیکر! قائد حزب اختلاف نے سستی روٹی سکیم پر بہت سے اعتراضات اٹھائے ہیں۔ سستی روٹی غریبوں کی سکیم ہے۔ خلیفہ وقت حضرت عمر فاروق غریبوں مسکینوں اور یتیموں کی رکھوالی کے لئے آدھی رات کے وقت جایا کرتے تھے۔ انھوں نے اپنی گشت کے دوران روتے ہوئے بچوں کی آوازیں سنیں تو پوچھا کہ بچے کیوں رو رہے ہیں؟ انھیں بتایا گیا کہ بچے بھوک کی وجہ سے بلک رہے ہیں تو

خلیفہ وقت نے کہا کہ دریائے فرات کے کنارے اگر کوئی کتا بھی بھوکا مر جائے گا تو روزِ محشر مجھ سے اس بابت باز پُرس ہوگی۔ ہم نے خلفائے راشدین کے نقش قدم پر چلتے ہوئے سستی روٹی سکیم شروع کی ہے۔ مزدور اور محنت کش طبقہ کو سہولت فراہم کرنے کے لئے ہم نے یہ سکیم شروع کی ہے۔ ہاں! اس سکیم میں جو خامیاں تھیں انہیں ہم نے دُور کیا ہے۔ ہم نے اس پرmonitoring committee بٹھائی ہے۔ ہم نے اس حوالے سے محلہ کمیٹیاں بنائی ہیں اور تحصیل کی سطح پرmonitoring committee بٹھائی ہے چونکہ میرا تعلق ضلع بھکر سے ہے۔ موجودہ حکومت نے بھکر، میانوالی، خوشاب اور جھنگ کے اضلاع کے لئے خصوصی funds کا اعلان کیا ہے، جو قابل تحسین ہے۔ میں سرائیکی belt سے ہوں، میرا تعلق جنوبی پنجاب سے ہے۔ موجودہ حکومت نے جو کچھ جنوبی پنجاب کے لئے کیا ہے شاید ان کی سابق حکومت وہ سب کچھ نہ کر سکی۔ آج میں اسمبلی کے floor پر کہتا ہوں، جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے پچھلے پانچ سالوں میں جنوبی پنجاب کو150 بلین روپے دیئے ہیں میں ان کو چیلنج کر رہا ہوں اور میڈیا کو گواہ بنا کر کہہ رہا ہوں کہ ہم نے اپنے اڑھائی سالوں میں جنوبی پنجاب کے لئے پچھلی حکومت کے مقابلے میں زیادہ funds دیئے ہیں۔

جناب سپیکر! تعلیم اور صحت کے شعبوں کی بہتری کے لئے موجودہ حکومت نے جو اقدامات اٹھائے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ وہ بھی ایک land mark ہے۔ پاکستان کی تاریخ میں پہلی دفعہ ہماری حکومت Liver Transplant کو introduce کروا رہی ہے۔ یہ مراکز چلڈرن ہسپتال لاہور، ہولی فیملی ہسپتال راولپنڈی اور نشتر ہسپتال ملتان میں قائم کئے جائیں گے۔ اس کے علاوہ ہم نے موبائل ہسپتالوں کا ایک نیا concept دیا ہے۔ ایک نیا initiative لیا ہے۔ یہ موبائل ہسپتال پورے پنجاب کے اندر لوگوں کی خدمت کریں گے۔ اسی طرح راولپنڈی کے اندر ایک جدید ترین کارڈیالوجی انسٹیٹیوٹ قائم کیا جا رہا ہے اور حکومت کی کوشش ہے کہ اس کی completion اسی سال میں ہو جائے۔ اس کے علاوہ Dialysis کی سہولت کا دائرہ کار صوبہ بھر میں پھیلایا جا رہا ہے۔

جناب سپیکر! اسی طرح ہم نے بے روزگاری کو ختم کرنے کے لئے Punjab Youth Employment Fund قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ پاکستان کی تاریخ میں پہلی دفعہ زرعی، Veterinary and Forestry graduates کو رقبے تقسیم کئے جا رہے ہیں۔ حکومت پنجاب کی

طرف سے زرعی ماڈل فارم بنانے کے لئے ہر زرعی گریجویٹس کو9لاکھ روپے دیئے جائیں گے۔زرعی اور ویٹرینری گریجویٹس کو25ایکڑ فی کس کے حساب سے سرکاری زمین 15 سال کی lease پر دی جائے گی۔اس طرح تقریباً30ہزار ایکڑ رقبہ زرعی گریجویٹس کو دیا جائے گا۔

جناب سپیکر!زمین کی تقسیم کے حوالے سے اپوزیشن کے ممبران نے House میں تقریر کرتے ہوئے،چودھری پرویز الہیٰ نے پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے اور اپنے white paper میں کہا کہ "Punjab for sale"رکھ دیا گیا ہے۔میں آج ان کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ زمین کی یہ تقسیم transparent طریقے سے کی جا رہی ہے۔ضلع کی سطح پر جو District Price Committee ہے وہ پہلے case دیکھتی ہے۔اس کے بعد ایک بڑی Recognized and Renowned Evaluation Committee بنائی گئی ہے وہ اس کی چھان بین کرتی ہے۔اس بنیاد پر پنجاب نے 4۔ارب روپے کی نجکاری کی ہے اور آئندہ مالی سال میں اس مد میں 12۔ارب روپے کی آمدنی متوقع ہے۔انہوں نے جو کفالت پروگرام شروع کیا تھا اس میں اتنی embezzlement تھی کہ مجھے اسحاق ڈار صاحب بتا رہے تھے کہ کفالت پروگرام کا چیک میرے گھر بھی پہنچ گیا،ان کے یہ حالات تھے جبکہ ان کے مقابلے میں ہماری یہ پوزیشن ہے۔

جناب والا!اس کے علاوہ Leader of the Opposition نے دانش پبلک سکول کو بڑا criticize کیا ہے۔یہ ہمارا بھی حق ہے،یہ غریبوں،مزدوروں اور کسانوں کا بھی حق ہے،یہ دیہات میں رہنے والی70فیصد آبادی کا بھی حق ہے کہ ان کے بچے بھی اعلیٰ تعلیم حاصل کریں اور اچھے سکولوں میں جائیں۔اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ لوگ ایچی سن کالج کے پڑھے ہوئے ہیں۔موجودہ حکومت نے اسی طرز پر غریبوں،مزدوروں،کسانوں اور کاشتکاروں کے بچوں کے لئے دانش پبلک سکول شروع کئے ہیں جس کی تعلیم ایچی سن کالج یا کسی اور پرائیویٹ ادارہ سے کم نہیں ہوگی اور اس کی priority بھی پنجاب میں رکھی گئی ہے کیونکہ پنجاب میں پسماندگی اور محرومی زیادہ ہے۔Leader of the Opposition نے کہا کہ سکولوں کی upgradation کے لئے کچھ نہیں کیا جا رہا تو ان کے لئے میرا جواب عرض ہے کہ اس وقت صوبہ کے 1500 سکولوں کی missing facilities کے لئے 4۔ارب روپے مختص کئے گئے ہیں،ہائر ایجوکیشن کے لئے 6۔ارب35کروڑ روپے مختص کئے گئے ہیں۔اس طرح جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ

صحت کے لئے بھی کافی رقم رکھی گئی ہے اور اس کے لئے بھی کافی initiatives لئے گئے ہیں۔ جہاں تک زراعت کا تعلق ہے اور یہاں پر آج کل energy کا crises ہے تو ہم نے اس کو meet کرنے کے لئے پنجاب level پر solar energy tubewell لگانے کا منصوبہ شروع کیا ہے۔ اسی طرح TEVTA ایک ایسا ادارہ ہے جس کی افادیت عام تعلیم سے اس لحاظ سے زیادہ ہے کہ اس کے ادارے technical hand پیدا کرتے ہیں اور میں یہاں پر TEVTA کے چھ Centres Excellence کا خصوصی طور پر ذکر کرنا چاہوں گا جو انہوں نے شروع کئے ہیں جن میں Excellence for Industrial Technical, Centre of Medical, Civil, Electrical, Electronics, Telecommunication, Chemicals and Automation. ہیں۔ رات کو میرے جن بھائیوں نے "جیو" پر ڈاکٹر عطاء الرحمٰن کا انٹرویو سنا ہوگا تو وہ کہہ رہے تھے کہ جب Prime Ministers or Presidents foreign tours پر جاتے ہیں تو وہ Information Technology کی ہی بات کرتے ہیں جو قومیں اور ملک Information Technology میں enrich ہیں میں سمجھتا ہوں کہ باقی قومیں ان کا مقابلہ نہیں کر سکتیں اس لئے موجودہ حکومت نے اسی کو سامنے رکھتے ہوئے دوسرا Centre of Excellence for Textile Technology at Faisalabad and Centre of Excellence for Ceramics proposed at Gujranwala and sub Centre at IBBD Multan and GPI Glass Ceramics and Pottery Development, اسی طرح Centre of Excellence for Wood Working Centre proposed at Shahdara. Gujrat. ہم نے گجرات کو بھی سامنے رکھا ہے کیونکہ ہم نے پورے پنجاب کی نمائندگی کرنی ہے اور اس کا sub Centre راولپنڈی اور کوٹ ادو میں ہوگا۔ پانچواں Centre of Excellence for Leather Technology proposed at ILT, Gujranwala at sub Centre for Tannery at ILT Kasur. اور چھٹا Centre of Excellence for Information Communication Technology ICT at Govt Polytechnic Institute, Bahawalpur. میرے عرض کرنے کا مقصد یہ تھا کہ جو بجٹ پیش کیا گیا ہے میں حقیقی انداز میں اور دیانتداری سے یہ کہہ رہا ہوں۔ آج مخدوم احمد محمود کے یہ الفاظ پورے ہاؤس نے سن لئے، میں سردار محسن لغاری کی اطلاع کے لئے بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ سردار صاحب! آپ کے میڈیکل کالج کے لئے بھی موجودہ حکومت نے فنڈز رکھ دیئے ہیں اور آپ کے tribal development کے لئے 3.5 ارب روپے رکھ دیئے گئے ہیں۔ ان کے جو اچھے پروگرام ہیں ہم ان کو

appreciate کرتے ہیں، 1122ان کا اچھا پروگرام تھا لیکن وہ چند اضلاع تک محدود تھا ہم اس کو expand کر کے اس 1122 پروگرام کو 23 اضلاع تک لے گئے ہیں اور جیسے میرا دیہاتی علاقہ ہے انشاء اللہ تعالیٰ میانوالی، بھکر، خوشاب، لیہ وغیرہ میں بھی ریسکیو 1122 کی buildings complete ہو کر وہاں پر بھی یہ سروس شروع ہو گئی ہے۔ اسی طرح ہم اس کو مزید expand کر کے تحصیلوں میں لے کر جا رہے ہیں۔ اس کے علاوہ اگر میں جنوبی پنجاب کے حوالے سے ذکر نہ کروں تو سخت ناانصافی ہو گی کہ جنوبی پنجاب کے لئے جو 52۔ارب روپے رکھے گئے ہیں اور جنوبی پنجاب کا population wise share 31 percent بنتا ہے اس میں موجودہ حکومت نے percent share 34 دیا ہے۔ بہاولپور میں 300 بستروں پر مشتمل ضلعی ہیڈ کوارٹر ہسپتال کی تعمیر، بہاولپور وکٹوریہ ہسپتال کی تعمیر و توسیع، ڈیرہ غازی خان میں میڈیکل کالج، Bahawalnagar Rice Research Institute اور بہاولپور میں Livestock University کا ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ یہ اعلان بھی کیا گیا ہے کہ دیگر missing facilities اور ان اضلاع میں کم از کم ایک موبائل ہسپتال بھی مہیا کیا جائے گا۔

جناب والا! اگر ہم اپنی صوبائی حکومت کے گُن گائیں تو شاید ہمارے اپوزیشن کے بھائی بھی یہ کہیں گے کہ یہ اپنی حکومت کے گُن گا رہے ہیں لیکن Transparency International پنجاب حکومت کی ملکیت نہیں ہے۔ Transparency International نے بھی یہ کہا ہے کہ پنجاب کے اندر جو transparency، شفافیت اور good governance ہے اس کی مثال باقی چاروں صوبوں میں نہیں دی جا سکتی۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! اس کے علاوہ آج اگر میں اپنے ضلع بھکر کی بات کر رہا ہوں، اگر میرے کسی گاؤں کا بندہ ہسپتال میں جائے ان کو مفت دوائیاں مل رہی ہیں، ڈاکٹر ان کو treat کر رہے ہیں اور آج ہمیں کسی کے سرٹیفکیٹ کی ضرورت نہیں ہے۔ آج غریب بچے کو endowment fund سے تعلیم میں موجودہ حکومت support کر رہی ہے، وہ غریب آدمی جس کو مفت دوائیاں مل رہی ہیں، وہ غریب لوگ جن کے بچوں کو اچھی پوزیشن پر باہر بھجوایا جا رہا ہے ہمارے لئے وہ سرٹیفکیٹ کافی ہے اس کے علاوہ ہمیں کسی سرٹیفکیٹ کی ضرورت نہیں ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! آج میاں شہباز شریف کی سستی روٹی سکیم اور ان کا vision کانٹا بن کر کچھ لوگوں کے حلق میں کھڑا ہے۔ بقول شاعر:

فقیہ شہر کو ساغر سے یہی گلہ ہے
یہ شخص درد کی دولت کو عام کرتا ہے

جناب والا! ہم اپنے اپوزیشن کے بھائیوں کو with open heart یہ دعوت دیتے ہیں کہ بجٹ کے salient features بیان کریں ہم انہیں welcome کریں گے۔ بہت بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ (قطع کلامیاں)

point of order کوئی نہیں ہوگا، point of order کوئی نہیں ہوگا۔ No point of order بجٹ کی بحث ہے، ہر شخص اپنی باری پر بحث کرے۔

جناب شاہد محمود خان: جناب سپیکر! ہاؤس میں نماز کے وقت اذان کی روایت تھی اگر آپ نے نماز کا وقفہ نہیں کرنا تو کم از کم اذان تو دلوا دیں تاکہ جس معزز ممبر نے نماز پڑھنی ہو وہ باہر جا کر نماز پڑھ لے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، تشریف رکھیں۔

رانا محمد افضل خان: جناب سپیکر! آپ نے میاں محمد رفیق کو بات کرنے کی اجازت نہیں دی وہ ناراض ہو کر ہاؤس سے باہر چلے گئے ہیں، اگر آپ ان کی چھوٹی سی بات سن لیتے تو وہ باہر نہ جاتے۔ وہ اس وقت سے باہر گئے ہوئے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: رانا صاحب! میاں صاحب کو واپس ہاؤس میں لانے کے لئے میں آپ ہی کو کہتا ہوں اور ڈھلوں صاحب! آپ بھی رانا صاحب کے ساتھ جائیں اور انہیں ہاؤس میں واپس لے کر آئیں۔ میں نے انہیں منانے کے لئے رانا صاحب اور ڈھلوں صاحب کو بھیج دیا ہے۔ اب انجینئر بلال احمد کھر صاحب بجٹ پر بحث کریں گے۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ محترمہ آمنہ الفت صاحبہ!

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! شکریہ

ہم کو شاہوں سے عدالت کی توقع تو نہیں
آپ کہتے ہیں تو زنجیر ہلا لیتے ہیں

ابھی مستی خیل صاحب کا جوابی شکوہ کا پورا دیوان سننے کے بعد میں کیا کہوں، میں تو صرف اتنا ہی کہوں گی کہ:

کھول آنکھ زمیں دیکھ فلک دیکھ فضا دیکھ
مشرق سے اُبھرتے ہوئے سورج کو ذرا دیکھ

تو سورج کی جو شعاعیں اور دھوپ ہے وہ آج بھی مال روڈ پر کھڑے ہوئے ان لوگوں کو دکھا رہی تھی کہ یونیورسٹی آف ہیلتھ سائنسز کے وہ ملازمین جو بغیر تنخواہوں کے اپنے بچے لئے احتجاج کے لئے سڑک پر کھڑے تھے۔ وہاں چنیوٹ سے آئے ہوئے لوگ بھی اپنے بچوں کے ساتھ احتجاج کر رہے تھے، سینہ کوبی کر رہے تھے کہ جنھیں ایک بڑی تعداد میں بے روزگاری کا سامنا ہے۔ یونیورسٹی آف ہیلتھ سائنسز کے کنٹریکٹ پر رکھے گئے ملازمین کی جنھیں وائس چانسلر نے ریگولر کرنے کی بجائے نوکریوں سے ہی نکال دیا ہے۔ ان کا قصور صرف یہی ہے کہ وہ سارے پنجاب میں کنٹریکٹ ملازمین کو ریگولر کرنے کی بعد ریگولر ہونے کا مطالبہ کر رہے تھے جس پر وائس چانسلر اور دوسرے کرتا دھرتا ناراض ہو گئے اور ان کا یونیورسٹی میں داخلہ ہی بند کروا دیا۔ ان کی میرے پاس درخواستیں موجود ہیں، یہ آپ کی نذر ہیں۔ یہاں اتنے بلند و بانگ دعوے کئے گئے ہیں اور بہت بڑی بڑی باتیں کی گئی ہیں۔ وزیر خزانہ صاحب نے جس انداز سے پہلے بھی دو بجٹ پیش کئے اور اب پھر ایک بجٹ پیش کیا ہے تو ان بجٹوں میں انھوں نے باقاعدہ ستارے لگا لگا کر بجٹ تقاریر میں لکھا کہ "فوری اور سستے انصاف کی فراہمی" اور پھر دوبارہ بجٹ میں ستارے لگا لگا کر یہ جملہ repeat ہوا کہ "فوری اور سستے انصاف کی فراہمی" اور "عوام کے جان و مال کا تحفظ" یہ ستارے جنھیں بارہا نمایاں کیا گیا کہ "غربت میں کمی، تعلیم کا فروغ، صحت عامہ اور زراعت کی ترقی" تو ان تمام ستاروں کو دیکھنے کے بعد غریب عوام کو تو دن میں تارے نظر آ رہے ہیں۔

(اس مرحلہ پر جناب سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب سپیکر! ابھی میرے بھائی مخدوم صاحب نے کہا تھا کہ جو بھی بجٹ رکھا جاتا ہے وہ لگتے لگتے 50 فیصد رہ جاتا ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ انھوں نے زیادہ کہا ہے یہاں پر تو 30 فیصد یا 40 فیصد کی بات

کی جاتی تو زیادہ بہتر تھا۔ پنجاب کا 173۔ارب روپے کا پچھلا بجٹ تھا اگر اس میں سے ہم یہ کہیں کہ 70۔ارب روپے لگا اور باقی خرچ ہی نہیں ہوا یا شاید تھا ہی نہیں، ہوتا تو شاید خرچ ہوتا اس کے علاوہ جو 70۔ارب روپے لگا اس کا اگر 50 فیصد لگایا جائے تو وہ 35۔ارب روپے بنتا ہے۔ جب فقط 35 یا 36۔ارب روپیہ پنجاب پر خرچ ہو گا تو پھر لوگ تو سڑکوں پر اسی طرح بھوکے مریں گے۔ اسی طریقے سے خودکشیاں بھی ہوں گی اور اسی طریقے سے ہر روز مال روڈ احتجاج روڈ بنے گی۔ یہ مال روڈ اب احتجاج روڈ میں convert ہو چکی ہے۔ ہم گزشتہ دو اڑھائی سال سے دیکھ رہے ہیں کہ مال روڈ احتجاج روڈ بن چکی ہے اور لوگ اسمبلی کے سامنے دھوپ میں کھڑے اپنے بچے لے کر سراپا احتجاج ہیں، انھیں کئی مہینوں سے تنخواہیں نہیں مل رہیں وہ اپنا گھربار کیسے چلائیں گے؟ ان حالات میں خودکشیاں تو ضرور ہوں گی۔

جناب والا! انھوں نے پھر بات کی کہ جنوبی پنجاب میں اتنا بڑا بجٹ رکھ دیا گیا ہے۔ ان کی بات بھی ٹھیک ہے کہ بہتی گنگا میں ہاتھ دُھلتے ہیں۔ اس کے بعد بجٹ راستوں میں سے ختم ہوتے ہوتے نامعلوم کہاں چلے جاتے ہیں۔

جناب والا! اس کے ساتھ سب سے بڑا تمغہ جو فخریہ پیشکش بنا کر پیش کیا گیا ہے وہ NFC ایوارڈ کا اجراء ہے۔ اس کو اتنا بڑا تمغہ جرأت سمجھا جا رہا ہے جبکہ میں سمجھتی ہوں کہ پنجاب کا مقدمہ تو ٹھیک سے لڑا ہی نہیں گیا۔ ہم 200۔ارب سالانہ کے حق سے محروم ہو گئے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ پانچ سال میں ایک ہزار۔ارب سے پنجاب کو محروم کر دیا جائے گا۔ اگر ایک ہزار ارب پانچ سال میں پنجاب پر خرچ ہوں اور نیک نیتی سے خرچ ہوں اس لئے میں کہتی ہوں کہ پنجاب کا مقدمہ صحیح طریقے سے لڑا جاتا تو بہتر تھا۔ آپ ضرور رعایت کریں، آپ ضرور دوسرے صوبوں کے لئے بڑے بھائی کا کردار ادا کریں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ پاکستان کی 60 فیصد آبادی اپنے بچوں کو مناسب روزگار کے لئے ترستی رہے اور سڑکوں پر مرتی رہے۔

جناب سپیکر! اس کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی کہوں گی کہ وزیر خزانہ صاحب نے بڑی مہربانی کی، آپ نے بھی مرحمت فرمائی اور PILDAT کو بھی شامل کیا گیا لیکن مجھے انتہائی افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہم نے بجٹ تجاویز بھی دیں اور انتہائی نیک نیتی سے تجاویز دیں اور آج بھی میرے ہاتھ میں PILDAT کا مسودہ موجود ہے۔ یہاں خواتین کے فنڈز کے حوالے سے بھی بات کی گئی لیکن میں سمجھتی

ہوں کہ اس کے اوپر اپنی بجٹ تقریر میں ایک لفظ بھی کہنا وزیر خزانہ صاحب نے مناسب نہیں سمجھا۔ ہمیں پتا ہی نہیں چل سکا کہ وہ تمام تجاویز کو تجاوزات سمجھتے ہوئے ردی کی ٹوکری کی نذر کر دیا گیا، ان میں سے کسی ایک کو بھی شامل حال کر لیا جاتا یا اپنی تقریر میں کم از کم ایک appreciation کی صورت میں ہی ڈال دیا جاتا لیکن نہیں۔ کیا موجودہ حکومت اپنی ان خواتین کو کوئی حقوق دینے کے لئے تیار نہیں ہے؟ تمام خواتین ممبران کے فنڈز جو ان کا جائز حق ہے انھیں اس سے بھی محروم کر دیا گیا ہے بلکہ خواتین کا لفظ تک وزیر خزانہ نے بجٹ تقریر میں شامل کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ ہم نے چائلڈ پروٹیکشن کے لئے تجاویز دیں، ہم نے خواتین کی بہبود کے لئے تجاویز دیں، ہم نے تجاویز لکھ کر بھی دیں اور سمع خراشی بھی کی گئی۔ آپ ہی کی سربراہی میں سیمینار بھی ہوئے لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آدھی آبادی خواتین پر مشتمل ہے لیکن ان کے لئے ایک لفظ بھی نہیں کہا گیا۔ کیا خواتین ملک کا حصہ نہیں ہیں، کیا ایک خاندان کا دارومدار ایک عورت کی فلاح و بہبود سے شروع نہیں ہوتا، کیا اس کو یہاں ان مسودوں میں جگہ دینے کی ضرورت نہیں تھی یا ہم لوگوں نے جو محنت کی اور سیمیناروں میں شرکت کی اس سے جو بھی نتائج نکلے جنھیں بجٹ میں شامل کیا جانا چاہئے تھا لیکن ان کو کہیں بھی شامل نہیں کیا گیا۔

جناب والا! سستے اور فوری انصاف کے ساتھ جب عوام کے جان و مال کے تحفظ کا نعرہ لگایا گیا تو کہا یہ گیا کہ پچھلی دفعہ سے 13 فیصد زیادہ بجٹ اس کام کے لئے رکھا گیا ہے۔ پچھلے مالی سال میں 43۔ارب روپیہ رکھا گیا تھا جب 173۔ارب روپے میں سے صرف 70۔ارب روپیہ خرچ ہوا تو پھر ہمیں یہ بھی بتایا جائے کہ اس 43۔ارب روپے میں سے کتنا خرچ ہوا؟

جناب سپیکر! آج لاء اینڈ آرڈر کی حالت زار یہ ہے کہ اس کے لئے بہت بڑے بڑے نعرے بھی لگائے جا رہے ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ کبھی کبھار کسی کے منہ سے سچ بھی نکل جاتا ہے۔ مجھے اس وقت بہت حیرت ہوتی ہے کہ جب حکمران ہی کھڑے ہو کر بڑی سادگی سے یہ بات کہتے ہیں کہ غربت ہے، بے روزگاری ہے، مہنگائی ہے، دہشتگردی ہے، حالات خراب ہیں تو اس وقت وہ کس سے کہہ رہے ہوتے ہیں، کیا وہ اوباما سے مخاطب ہوتے ہیں یا وہ بش کو بلا کر یہ کہہ رہے ہوتے ہیں؟ جب حکمران بھی یہی ہیں اور سب کچھ ان کے ہاتھ میں ہے، بجٹ بھی ان کے ہاتھ میں ہے اور قوم کی تقدیر

بھی ان کے ہاتھ میں ہے تو یہ پھر کس کے آگے اپنے رونے رو رہے ہوتے ہیں؟ یہ حیران کن باتیں ہیں جو کم از کم میرے جیسے بندے کے سَر سے تو گزر جاتی ہیں۔۔۔(شور وغل)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز، آرڈر پلیز۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! یہ حیران کن باتیں میرے جیسے بندے کے سَر سے تو گزر جاتی ہیں کہ یہ کس سے فریاد کی جارہی ہوتی ہے کہ حکمران جنہوں نے غریبوں کو انصاف دینا ہے، روزگار اور روٹی روزی دینی ہے وہی کہہ رہے ہیں کہ ہم کیا کریں اور ہماری بے چاری عوام بھوکی مر رہی ہے۔ یہ کس کو کہتے ہیں اور کیوں کہہ رہے ہوتے ہیں؟ میری سمجھ سے یہ بالاتر ہے۔ انہیں تو تسلیاں اور تشفیاں دینی چاہئیں بلکہ انہیں عمل کر کے اُن کو روزگار فراہم کرنا چاہئے، نہ کہ یہ کہتے ہیں کہ افسوس عوام بھوکی مر رہی ہے۔

جناب سپیکر! یہاں پر لاء اینڈ آرڈر کے حوالے سے بات ہوئی ہے تو اُس کے لئے بجٹ 43۔ارب روپے کا رکھا گیا ہے لیکن لاء اینڈ آرڈر کے حوالے سے آج ہم کس طرح کے حالات دیکھ رہے ہیں۔ میں قائداعظم کا ایک مقدمہ آپ کے سامنے پیش کرنا چاہوں گی کہ 11۔اگست کو قانون ساز اسمبلی سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا تھا کہ تمام مذاہب کو یہاں پر آزادی حاصل ہو گی۔ آج جو صورتحال اور حالات ہیں انہیں آپ دہشت گردی کہہ دیں، فرقہ واریت کہہ دیں لیکن یہ بات تو طے ہے کہ اقلیتوں کے ساتھ بالکل ایسا سلوک ہو رہا ہے کہ اُن کو proper تحفظ فراہم نہیں کیا جارہا تو پھر یہ 43۔ارب روپیہ کس چیز پر خرچ ہو رہا ہے؟

جناب سپیکر: یہ صرف قائداعظم نے نہیں کہا بلکہ آپ کا آئین پاکستان بھی کہتا ہے۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! یہ پاکستان انہی کی وجہ سے ہے۔ اگر قائداعظم نے یہ ملک بنایا تھا اور دستور ساز اسمبلی میں یہ ساری باتیں ہوئی تھیں تو انہی کی بدولت آج آئین بھی ہے، اسمبلیاں بھی ہیں اور آج ہم بھی انہی کی وجہ سے یہاں کھڑے ہوئے ہیں لیکن افسوس کہ اُن کے مؤقف کو آج ہم نہیں دیکھتے کہ اُس کو عملی جامہ پہنایا جائے۔ لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال یہ ہے کہ اسلام مذہبی آزادی کا سب سے بڑا حامی ہے اور پاکستان جو اسلام کا قلعہ ہے لیکن آج یہاں پر کس قسم کے حالات ہیں۔ میں نے دو ماہ

پہلے ایک تحریک التوائے کار جمع کروائی تھی جسے reject کر دیا گیا۔ میں نے اپنی تحریک میں یہ لکھا تھا کہ فیصل آباد میں تین جیولرز کو قتل کر دیا گیا ہے جن کا تعلق جماعت احمدیہ سے ہے۔ اگر اُس وقت اس پر نظر ثانی ہو جاتی، اُس تحریک التوائے کار کو منظور کر لیا جاتا تو اتنا بڑا واقعہ جو ماڈل ٹاؤن پھر گڑھی شاہو میں ہوا کہ قادیانیوں کی عبادت گاہوں میں 106 لوگوں کو نہیں بلکہ 106 خاندانوں کو مار دیا گیا۔ آج پوری دنیا کے آگے ہمارا سر شرم سے جھکا ہوا ہے کہ ہم اپنی اقلیتوں اور دوسرے مذاہب کے لوگوں کو تحفظ مہیا نہیں کر سکتے۔ میں یہ کہوں گی کہ 43۔ارب روپے کا بجٹ جو وزیر قانون صاحب کے ہاتھ میں تھا، وزیر قانون صاحب اُس بجٹ سے کیا کر رہے تھے؟ میں یہاں پر کچھ حیران کن حقائق آپ کے نوٹس میں لانا چاہتی ہوں کہ قادیانیوں کی عبادت گاہوں میں یہ واقعہ رونما ہونے سے دو ماہ پہلے باہر تعینات گارڈز اور محافظوں سے اسلحے لے لئے گئے اور انہیں کہا گیا کہ وہ اسلحے کے بغیر یہاں کھڑے ہوں گے، صرف 24 گھنٹے پہلے وہاں کے ایس ایچ او کو تبدیل کر دیا گیا، threats بھی تھے، معلومات بھی تھیں تو وزیر قانون پھر کہاں سوئے رہے اور انہوں نے وہاں پر حفاظتی تدابیر کیوں نہیں اختیار کیں؟ جب وہاں پر صرف نااہلی اور نامناسب سکیورٹی کی وجہ سے چند دہشت گرد گھس جاتے ہیں تو میں یہ پوچھتی ہوں کہ اگر ہم اپنی گاڑیوں میں اپنے بچوں کے ساتھ نکلتے ہیں تو قدم قدم پر ناکوں پر ہماری گاڑیوں کی تلاشیاں ہوتی ہیں، ہمارے بچوں کو بھی چیک کیا جاتا ہے جو شکلوں سے ہی نظر آتے ہیں کہ وہ شریف گھرانوں کے بچے ہیں۔ یہ کیسے ممکن ہوا کہ اُن عبادت گاہوں پر رائفلیں اور اسلحہ لے کر دہشت گرد پہنچ گئے؟ یہ سکیورٹی کا بہت بڑا failure نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے اس کے ساتھ میں یہ بھی کہوں گی کہ جب اس چیز کے threats موجود تھے تو پھر وہ دعوے، وہ باتیں اور 43۔ارب روپے کہاں گئے؟ وہاں پر پولیس بالکل نہتی کھڑی تھی۔ وہ دہشت گرد لوگوں پر گولیاں برسا رہے تھے اور انہیں مار رہے تھے تو اُس وقت ہمارے پولیس کے سپاہی درخت کے پیچھے چھپے ہوئے تھے۔ اُن سے جب مطالبہ کیا گیا کہ آپ لوگ جوابی کارروائی کیوں نہیں کر رہے تو انہوں نے کہا کہ ہمارے پاس اس وقت صرف چار گولیاں ہیں۔ کیا ان 43۔ارب روپے سے چار گولیاں بھی نہ خریدی گئیں، وہ پیسے کس چیز پر خرچ ہو رہے ہیں یا وزیر قانون صاحب صرف خوش گپیوں میں ہی مصروف رہتے ہیں؟ پانچ گھنٹے تک دہشت گرد تباہی مچاتے رہے اور اعلیٰ حکام دلا سے دیتے رہے کہ فورس آ رہی ہے۔ نتیجے لوگوں نے جان پر کھیل کر دہشت گردوں کو پکڑے رکھا اور زخمی

زیادہ خون بہہ جانے سے جاں بحق ہو گئے۔ اگر وہ دہشت گرد پٹرول پمپ کو بھی نشانہ بناتے تو مزید نقصان ہو سکتا تھا۔ میں اس سلسلے میں یہ کہوں گی کہ کیا ایسی کوئی پالیسی مرتب کی جا رہی ہے؟ پولیس کے لئے 43۔ارب روپے کی بجائے اگر 43 کھرب روپے بھی رکھ لئے جائیں لیکن اُن کو جائز طریقے سے استعمال میں نہ لایا جائے اور سکیورٹی پر مامور ساری کی ساری ایلیٹ فورس اپنی حفاظت پر لگا دی جائے تو نتائج پھر ایسے ہی نکلیں گے۔ پرانے دور میں جس وقت قلعے ہوا کرتے تھے اور بادشاہوں کی حکمرانی ہوتی تھی تو اُس وقت بھی قلعوں کی دیواریں اور فصیلیں اونچی ہوتی تھیں، اُن پر محافظ ہوتے تھے جو 24 گھنٹے جاگتے تھے اور وہ حملہ آوروں سے اپنے قلعے کے اندر لوگوں کو محفوظ رکھنے کے لئے باہر ہر وقت مسلح رہتے تھے اور اُن کی نگرانی ہوتی تھی۔ اُسی طرز پر چودھری پرویز الٰہی صاحب نے پٹرولنگ پوسٹوں کا قیام کیا جس سے ایک محاصرہ قائم کرنا تھا تاکہ باہر سے کوئی دہشت گرد اندر داخل نہ ہو سکے۔ یہ زیادہ بہتر تھا کہ باہر سے آنے والے کو روکا جائے یا یہ زیادہ بہتر ہے کہ ساری کی ساری پولیس ایک خادم اعلیٰ کے پہرے کے لئے اُس کے پیچھے پیچھے بھاگتی پھرے اور باقی عوام کو دہشت گردوں، ڈاکوؤں اور چوروں کے سپرد کر دیا جائے۔ اس وقت ضرورت صرف اس امر کی ہے کہ policy maker system بنانے کی ضرورت ہے کیونکہ اس وقت سارے وسائل موجود ہیں۔ کیا ہمارے پاس دماغ نہیں ہے اور کیا ہمارے پاس پالیسی مرتب کرنے والے لوگ نہیں ہیں، بالکل موجود ہیں۔ ہم یہ بھی سنتے ہیں کہ بڑے بڑے بجٹ جن کے دعوے کئے جاتے ہیں کہ خرچ کئے جائیں گے، پولیس والوں کو اعلیٰ ٹریننگ دی جا رہی ہے۔ ہم سنتے آ رہے ہیں کہ باہر سے trainers آ رہے ہیں اور دہشت گردی کے خلاف پولیس کو لڑنے کی ٹریننگ دی جا رہی ہے۔ ہم نے تو دیکھا کہ وہاں پر دہشت گردوں سے نمٹنے کے لئے عام کانسٹیبل کھڑے تھے۔ یہ ٹریننگ پھر دہشت گردوں سے نمٹنے کے لئے کس کو دی جا رہی تھی، یہ سرمایہ کس پر خرچ کیا گیا جبکہ یہاں پر کوئی بہتری نہیں آئی اور پہلے سے بھی زیادہ بُرا حال ہو گیا۔ جو دہشت گردی ہونی تھی وہ تو ہو گئی لیکن اُس کے بعد کا منظر جن لوگوں نے جناح ہسپتال میں دیکھا اُن کی روحیں بھی کانپ اٹھی ہوں گی کہ اُن دہشت گردوں کو کھلے عام دوسرے مریضوں کے ساتھ رکھ دیا گیا۔ میں پوچھتی ہوں کہ یہ کہاں کی دانش مندی تھی، وزیر قانون کہاں سو رہے تھے اور اس ملک کے حکمران کہاں تھے؟ اُن مریضوں پر کیا گزری جب دہشت گردی کا وہاں پر سلسلہ چلا۔ حیران کن امر اور حقائق

یہ ہیں کہ وہاں کی نرسیں، ڈاکٹر اور ایمرجنسی کے انچارج نے واویلے کئے اور کہا کہ دہشت گرد جو وہاں پر زیر علاج ہیں اُن کو لے جایا جائے کیونکہ وہ اب ٹھیک ہیں لیکن اُن کو شفٹ نہیں کیا گیا۔ اُن دہشت گردوں سے ملاقاتی ملنے کے لئے آتے رہے، اُن کے ساتھ موبائل فون پر باتیں کروائی جاتی رہیں۔ میں تو سمجھتی ہوں کہ دہشت گرد ہسپتال میں بھی دہشت گردی پھیلاتے ہوئے بحفاظت اور بآسانی بلکہ میں تو کہوں گی کہ وزیر قانون کی زیر سرپرستی وہاں سے نکل گئے اور انہیں کوئی نہیں روک سکا۔ جن کو آج تک پکڑا ہوا ہے اُن کے master mind کہاں ہیں؟ یہ کیا پالیسی ہے، یہ کیا کر رہے ہیں اور لاء اینڈ آرڈر کی لمبی لمبی باتیں کر کے کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں؟ عملی مظاہرہ تو ان کا کہیں نظر نہیں آتا اور عوام سڑکوں پر کھڑی ہے۔

جناب سپیکر: لاء منسٹر صاحب! خیال کریں کیونکہ آپ کے متعلقہ باتیں ہو رہی ہیں، کیا آپ سن رہے ہیں؟ ذرا توجہ کریں۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! یہ اسی طریقے سے سوئے ہوئے تھے اور بے ہوش تھے کہ جب وہ دہشت گرد کھلے عام ہسپتال میں بربادی مچا رہے تھے اور اُس کے بعد وہ دندناتے ہوئے وہاں سے نکل گئے لیکن اُن کا کوئی بال بیکا نہیں کر سکا۔ آج تمام دوسرے مذاہب کے لوگ یہاں پر اپنے آپ کو محفوظ تصور نہیں کر رہے۔ جماعت احمدیہ کے لوگ جو اربوں ڈالر کے یہاں مالک ہیں، اگر وہ اپنے آپ کو غیر محفوظ سمجھتے ہوئے اس ملک سے چلے گئے تو مجھے بتائیے کہ یہ کس کی وجہ سے ہوگا تو میں کہتی ہوں کہ یہ آج کی حکومت کی وجہ سے ہوگا، ایک وزیر قانون صاحب کی وجہ سے ہوگا جن کے پاس اختیارات ہیں، بڑے بڑے بجٹ ہیں لیکن کوئی پالیسی نہیں ہے، کوئی دماغ نہیں ہے، کوئی vision نہیں ہے اور کوئی سوچ بھی نہیں ہے۔ یہ سارے وسائل دھرے کے دھرے رہ جائیں گے جیسے پرانے زمانے میں خزانے کے اوپر ایک سانپ کو بٹھا دیا جاتا تھا اور وہ اُس کی حفاظت میں بیٹھا رہتا تھا۔ جب وہ خزانہ ہی کسی کے کام اور زیر استعمال نہ آیا تو یہ بجٹ بے شک آپ 500۔ارب رکھ لیں، ایک ہزار کھرب رکھ لیں کیونکہ انہیں خرچ کرنے کا سلیقہ ہے نہ لوگوں پر استعمال کرنے کا طریقہ ہے پھر یہ ساری چیزیں ایسے ہی ہیں۔

جناب والا! باتیں تو بہت ہیں کرنے کی لیکن میں یہاں پر اپنی بات کو ختم کرتے ہوئے لوگوں کی جانب سے چند اشعار حکمرانوں کی نذر کرتی ہوں کہ:۔

آیا ہے بجٹ ایسا کہ پڑھنا محال ہے
یہ جو سانسیں چل رہی ہیں دل کا کمال ہے
مہنگائی اور بڑھے گی ہنڈرڈ پرسنٹ بھائیو!
خود خود سے پوچھو گے تم بولو کیا حال ہے
بجلی نہ گیس، پانی، بل اور بڑھ گئے ہیں
کتنا بھیانک آیا ہم پر زوال ہے
فاقوں سے مر رہے ہیں سارے غریب لوگ
ان بے بسوں کے گھر میں آٹا نہ دال ہے
صنعتیں اجڑ گئی ہیں کوئی کام کیا کریں
ٹیکسوں نے ہم کو کیا بے حد نڈھال ہے
(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: محترمہ یہ اخبار میں شائع کروادیں۔

محترمہ آمنہ الفت:

جب آ گئی ہو ماچس بندر کے ہاتھ میں
جنگل بچائے کوئی کس کی مجال ہے
(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: محمد طارق امین ہوتیانہ صاحب! تشریف نہیں رکھتے۔ طاہر محمود ہندلی صاحب!

چودھری طاہر محمود ہندلی (ایڈووکیٹ): بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب سپیکر! سب سے پہلے میں مبارکباد پیش کرتا ہوں جناب تنویر اشرف کائرہ اور ان کی ٹیم کو کہ جنھوں نے اتنا اچھا بجٹ پیش کیا جس میں ہر طبقہ کی نمائندگی کی گئی ہے۔ میں اپنی طرف سے چند ایک تجاویز پیش کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر! زراعت کی مد میں 3- ارب20 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں جو کہ بہت کم ہیں۔ یہ ایک زرعی ملک ہے اور اس ملک کا80 فیصد زراعت پر انحصار ہے۔ زراعت ایک کماؤ پتر ہے تو اس کی ترقی اور فلاح کے لئے یہ 3- ارب روپے بہت کم ہیں بلکہ یہ اونٹ کے منہ میں زیرہ ہیں۔ چاہئے تو یہ تھا کہ جس طرح صحت، تعلیم اور روزگار کے لئے رقم رکھی جاتی ہے تو زراعت کے لئے بھی ایک خطیر رقم چاہئے تھی تاکہ کسان خوشحال ہوتا اور ملک مزید خوشحال ہوتا۔

جناب سپیکر! زرعی ملک کے حوالے سے میں آج یہ بات عرض کرنا چاہوں گا کہ زراعت کو صنعت کا درجہ دیا جانا چاہئے جو کہ ضروری اور قرین انصاف بھی ہے۔ پورے بجٹ میں کہیں بھی یہ ذکر نہیں کیا گیا کہ منڈی سے شہر تک اور منڈی سے کھیت تک سڑک کو بنایا جائے گا تاکہ کسانوں کے لئے آسانیاں پیدا ہوں اور کسان خوشحال ہوں۔ میری ایک رائے ہے کہ پنجاب میں بڑی زمینداریاں بہت کم ہیں اور چھوٹے کسان زیادہ ہیں جو کہ قیمتی زرعی آلات اور مہنگی مشینری خرید سکتے ہیں اور نہ ہی استعمال کرنے کے بعد، سیزن گزرنے کے بعد اسے محفوظ کر سکتے ہیں تو وہ مشینری یونین کونسل کی سطح پر ہونی چاہئے جہاں سے کسان مفت یا وہاں کے سیکرٹری اور ناظم سے تھوڑے سے کرائے پر لے کر استعمال کر سکیں تو اس طریقے سے یونین کونسل کی income بھی بڑھے گی اور کسان کو بھی فائدہ ہو گا۔

جناب سپیکر! بھارت ایک غریب ملک ہے مگر وہاں پر بہت سارے صوبوں میں۔۔۔

جناب سپیکر: ان کی تقریر کے notes لئے جا رہے ہیں؟

وزیر خوراک (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! کامران مائیکل صاحب notes لے رہے ہیں۔

جناب سپیکر: اگر میں انہیں کہوں تو وہ دہرا دیں گے؟

وزیر خوراک (ملک ندیم کامران): جی، جناب!

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔ جی، ہنڈلی صاحب!

چودھری طاہر محمود ہنڈلی (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! بھارت کے کچھ صوبوں میں بجلی مفت ہے اور کچھ میں برائے نام ہے۔ سعودی عرب چلے جائیں، U.A.E چلے جائیں وہاں بھی زراعت کے لئے بجلی، پانی اور ہر چیز بالکل مفت ہے بلکہ آپ انگلینڈ اور یورپ چلے جائیں تو شہر سے سو، پچاس پچاس میل دور

زرعی فارم پر جا کر چیک کرلیں کہ وہاں پر پکی سڑک ہے، بجلی اور پانی ہے اور ہر قسم کی سہولت کسان کے لئے میسر ہے جو کہ ہمارے ملک میں میسر نہیں ہے۔ میں ایک اور بات عرض کرنا چاہوں گا کہ زرعی تحقیق کے لئے 96 کروڑ 83 لاکھ روپے رکھے گئے ہیں یہ بہت کم ہیں جبکہ 2008 میں ایک ارب 21 کروڑ روپے زرعی تحقیق کے لئے رکھے گئے تھے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ یہ رقم بڑھتی مگر بڑھنے کی بجائے یہ کم ہو رہی ہے۔ اگر زرعی تحقیق نہیں ہوگی اور اگر ہم جدید خطوط پر کام نہیں کریں گے تو یہ ملک اور پنجاب ترقی نہیں کرے گا۔ میں ایک بات یہ بھی کرنا چاہتا ہوں کہ یہاں پر زمیندار اور کسان طبقہ بھی بیٹھا ہوا ہے اور وہ چھوٹا کسان جو اپنے گھر میں بیٹھ کر ہماری طرف دیکھ رہا ہے کہ پاکستان میں ضابطہ فوجداری کی دفعہ 403 کہتی ہے کہ ایک جرم میں دو سزائیں نہیں ہوتیں مگر ہم چور، ڈکیت اور قاتل کو ایک جرم میں دفعہ 403 کے تحت ایک سزا دیتے ہیں مگر کماؤ پتر یعنی زراعت سے وابستہ کسان کو زرعی قرضہ 16/15 فیصد سود پر دیا جاتا ہے جبکہ صنعتکار کو قرضہ ایک یا دو فیصد سود پر دیا جاتا ہے۔ جب کسان قرضہ واپس نہیں کرتا تو اسے گرفتار کر کے اس کی عزت کو نیلام کر دیا جاتا ہے۔ جب اسے گرفتار کر لیا جاتا ہے تو پھر اس کی جائیداد بھی قرق کر لی جاتی ہے اور یہ ناانصافی آپ کے ملک کے 80 فیصد انحصار والی آبادی کے ساتھ ہو رہی ہے۔ جو سلوک دوسرے لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے وہ ان کے ساتھ نہیں ہوتا بلکہ ان کے ساتھ امتیازی سلوک کیا جا رہا ہے یا تو انہیں گرفتار کر کے ان کی عزت کو نیلام کر دیا جائے یا ان کی جائیداد کو نیلام کر دیا جائے۔ ضابطہ فوجداری کی دفعہ 403 کے تحت دو سزائیں نہیں ہو سکتیں یا گرفتار کریں یا انہیں گرفتاری کے بعد ان کی جائیداد نیلام نہ کریں اور یہ سراسر زیادتی ہے۔ میں یہ درخواست کروں گا کہ یہ تجویز کاغذوں کی نذر نہ ہو بلکہ اس پر آپ بھی notice لے کر عملدرآمد کروائیں اور اس پر آراء بھی لی جائیں۔

جناب سپیکر: ان کا point بڑا valid ہے اور اسے ضرور note کیا جائے اور عملدرآمد بھی کروایا جائے۔

چودھری طاہر محمود ہندلی (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! ہمارے ملک میں خاص طور پر پنجاب میں نہری نظام اللہ کے فضل سے بڑا اچھا چل رہا ہے اور جس طرح بجلی اور گیس کا بحران ہے تو ان نہروں پر hydel power plants لگائے جائیں تو ان سے انرجی بھی حاصل ہو سکتی ہے اور بجلی کا بحران بھی ختم ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ تھل میں متعارف کروائے گئے ہوا کے ذریعے چلنے والے generator power

اورplants جو ہیں جن سے چالیس گھروں کو ایکpower generator بجلی فراہم کر سکتا ہے اگر وہ پنجاب میں متعارف کروایا جائے تو یہ بجلی کا بحران دور ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ energy solar کے متعلق عرض کرنا چاہوں گا اور مجھے خوشی ہے کہ میں نے پچھلے بجٹ میں energy solar کا ذکر کیا تھا اور آج بجٹ میں وزیر خزانہ صاحب نے یہ شامل کیا ہے کہ solar energy کے ذریعے ٹیوب ویل لگائے جائیں گے جس سے کسان خوشحال ہو گا اور وہ مشکور ہو گا۔

جناب سپیکر! میں ایک اہم بات آپ کے علم میں لانا چاہتا ہوں کہ پنجاب کا پانی اللہ کے فضل سے میٹھا ہے مگر tanneries or factories لگانے والوں نے نکاسی آب کا کوئی نظام نہیں بنایا ہوا بلکہ انہوں نے زمین کے اندر 100 فٹ اور 60 فٹ تک بور کئے ہوئے ہیں جس کی وجہ سے زمینی پانی بالکل خراب ہو چکا ہے اور وہ پینے کے قابل نہیں ہے اور اسی وجہ سے جانور بیماریوں کا شکار ہو رہے ہیں، اسی کی وجہ سے Hepatitis-B & C پھیل رہا ہے اور غریب آدمی منرل واٹر پی سکتا ہے اور نہ ہی پانچ چھ سو فٹ پانی کا bore کر سکتا ہے اس لئے اس کو یقینی بنایا جائے کہ tanneries، کارخانے اور ملیں اپنا سسٹم بنائیں، چاہے وہ Water Treatment Plants لگائیں، چاہے ایسا کوئی سسٹم کریں جس سے عوام کا پانی damage نہ ہو۔

جناب سپیکر! میں ایک اہم بات درختوں کے متعلق کرنا چاہتا ہوں۔ تحقیق سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ سفیدے کا درخت سو فٹ تک پانی کو damage کر رہا ہے بلکہ ختم کر رہا ہے۔ اس کے علاوہ سفیدے کے درخت سے ایسی چیزیں خارج ہوتی ہیں جس سے قیمتی درخت سوکھ رہے ہیں۔ تحقیق ہو جانے کے باوجود محکمہ جنگلات سفیدے کے درخت ختم کرنے کی بجائے مزید زمینداروں اور کسانوں کو اگانے کے لئے دے رہا ہے جو اس ملک کے ساتھ اور اس قوم کے ساتھ زیادتی ہے۔ اس کا سختی سے نوٹس لیا جائے۔

جناب سپیکر! میرا تعلق سیالکوٹ سے ہے جو کھیلوں اور سرجیکل کے سامان میں دنیا میں اپنا ایک نام رکھتا ہے۔ اللہ کے فضل سے آج تک پوری دنیا میں، چائنا نے اتنی ترقی کر لی مگر کوئی ملک بھی ابھی تک سیالکوٹ کی طرز پر کوالٹی پیدا نہیں کر سکا۔ وہ سیالکوٹ جو صنعتکاروں کا شہر ہے جس کی سڑکیں، میں یہ فخر سے کہوں گا کہ میرے سیالکوٹ کے صنعتکاروں نے وہاں پر ائرپورٹ بنایا، پرائیویٹ سیکٹر میں

بنایا اور جس کا Runway اللہ کے فضل سے ایشیا کا سب سے بڑا Runway ہے۔ وہاں پر گلیاں اور سڑکیں اتنی خوبصورت ہیں جو یورپ کا مقابلہ کرتی ہیں۔ ہم نے وہاں پر ڈرائی پورٹ بنایا، صنعتکاروں نے ہسپتال اور سکول بنائے جس سے غریبوں کو فائدہ پہنچ رہا ہے۔ سیالکوٹ شہر میں موٹروے کا منصوبہ جاری کیا گیا تھا لیکن آج وہاں کے لوگ موٹروے کے منصوبے سے محروم کر دیئے گئے ہیں۔ یہ معاملہ بڑا توجہ طلب ہے کیونکہ سیالکوٹ بھی پاکستان کا ایک کماؤ پتر ہے۔ جس طرح سے سیالکوٹ میں لوگ محنت کر رہے ہیں ایسے کوئی نہیں کر رہا اور حکومتی سطح پر ان کے متعلق کچھ نہیں سوچا جا رہا۔ میں نے پچھلے دو بجٹ میں عرض کیا تھا کہ سیالکوٹ میں ایک میڈیکل کالج بنایا جائے۔ میں شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اللہ کے فضل سے وزیر خزانہ نے اعلان تو کر دیا ہے اب میں یہ توقع کروں گا کہ وہ میڈیکل کالج بن بھی جانا چاہئے۔ سیالکوٹ ایک ایسا ضلع ہے جہاں پر ہیڈ مرالہ بیراج بنا ہوا ہے وہاں پر دریائے توی اور دریائے چناب اکٹھے ہوتے ہیں۔ دریائے چناب سے دو نہریں نکلتی ہیں جو پورے پنجاب کو سیراب کرتی ہیں۔ مگر افسوس کا مقام ہے کہ ضلع سیالکوٹ اور اس کی تحصیل پسرور اس نہری پانی سے محروم ہے لہٰذا اس پر بھی توجہ دی جائے اور اس مسئلے کو فوری حل کیا جائے۔ جو سیالکوٹ پورے پنجاب کو سیراب کرتا ہے وہ خود پانی سے محروم ہے اس کو پانی فراہم کیا جائے۔ میرے حلقے کا اہم مسئلہ یہ ہے کہ میرے گاؤں کے ساتھ میری یونین کونسل میں لدڑ گاؤں ہے جہاں پچھلی حکومت نے وہاں سے دو سو ایکڑ رقبہ خریدا تھا۔ اس وقت ان کے ساتھ یہ ناانصافی ہوئی تھی کہ وہاں پر اس وقت پچاس لاکھ روپے فی ایکڑ رقبہ تھا اور ان سے تین لاکھ روپے میں زبردستی خرید لیا گیا مگر افسوس کہ وہاں پر یونیورسٹی بھی نہیں بنی لہٰذا وہ رقبہ ان غریب کسانوں کو واپس کر دیا جائے یا اس کی ایک کروڑ روپے value ہے اس level کی یا کم از کم آدھے level کی لوگوں کو رقم دی جائے تاکہ کسان جو اس وقت پریشانیوں سے گزر رہا ہے اس کا کچھ مداوا ہو سکے۔

جناب سپیکر! ایک بات ہے جو شاید یہاں بیٹھے ہوئے لوگ کرتے ہوئے شرماتے ہوں۔ دل تو سبھی کا کرتا ہے مگر چونکہ میں سفید پوش ہوں، میں چھوٹا سا کسان ہوں، ایم پی اے بھی ہوں اور سیاست بھی کرتا ہوں۔ میں یہاں اس floor پر حلف دیتا ہوں کہ میں نے زندگی میں کبھی ایک آنے کی بھی کرپشن کی ہے اور نہ ہی کرنے کا پروگرام ہے۔

جناب سپیکر: شاباش، شاباش---

چودھری طاہر محمود ہندلی (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! جس طرح پورے پنجاب کے ملازمین کی تنخواہوں میں اضافہ کیا گیا ہے، جو اعزازیہ ایم پی اے کو دیا جاتا ہے اس میں کیوں نہیں اضافہ کیا گیا؟ یہ بھی تو بے چارے سفر کر کے آتے ہیں، یہ بھی تو عوام کے لئے کام کرتے ہیں۔ جو نواب ہیں، جو امیر ہیں، جو فیکٹریوں والے ہیں وہ تو مطالبہ نہ کریں مگر جو ہم جیسے سفید پوش ہیں اور ہم نے سیاست کرنی ہے یا تو یہ کہہ دیا جائے کہ یہ سیاست عام آدمی کے بس کی بات نہیں ہے، یہ سفید پوش کے بس کی بات نہیں ہے بلکہ یہ ایک وڈیرے اور زمیندار کے بس کی بات ہے تو ہم چھوڑ دیتے ہیں۔ اگر ہم نے سیاست کرنی ہے اور سیاست میں رہنا ہے تو ہمارے ساتھ وہ سلوک جو عام لوگوں کے ساتھ کیا جاتا ہے ہمارے ساتھ بھی کیا جائے۔ ہم آپ سے مطالبہ کرتے ہیں، اس بات کو پس پشت ڈال دیا جائے اور نہ ہی ہنسی مذاق میں ڈال دیا جائے۔ میں سنجیدگی سے یہ بات کرتا ہوں کہ یا ہمیں اپنا سسٹم چلانے کے لئے کرپشن کرنا پڑے گی اور اگر ہم کرپشن نہیں کریں گے تو پھر ہم سیاست نہیں کر سکتے۔ اس کے لئے آپ کو ہمارے دکھوں کا مداوا کرنا ہوگا اور آپ کو ہمارے متعلق سوچنا ہوگا۔ آپ قومی اسمبلی میں چلے جائیں وہاں پر کمرے کا کرایہ سات آٹھ ہزار روپے fix ہوتا ہے اور آپ ہمیں 403 کے تحت دو سزائیں دیتے ہیں۔ آپ ہم سے کمرے کا کرایہ بھی لیتے ہیں اور ہمارے TA بھی کاٹ لیتے ہیں۔ یہ مسئلہ بہت توجہ طلب ہے اس پر فوری کمیٹی بنائی جائے اور ان لوگوں کی کمیٹی بنائی جائے جو امیر کبیر نہیں ہیں، جو فیکٹریوں کے مالک نہیں ہیں، جو وڈیرے نہیں ہیں بلکہ صرف اور صرف مزدور اور کسان ہیں، جن کو یہ ضرورت ہے وہ اس پر غور کریں۔ اگر ہم ان کو بہتر طریقے سے guide کر سکیں تو ٹھیک ہے ورنہ سسٹم تو چل رہا ہے۔ میں نے کافی وقت لے لیا لیکن جو میں نے آخر میں گزارش کی ہے یہ بات سب کے دل کی ہے۔ کرنا تو سارے چاہتے ہیں مگر سفید پوشی کا بھرم نہیں توڑتے اور اب میں نے توڑ دیا ہے، براہ مہربانی! اس پر توجہ دیں۔

پھر وہیں سے دیکھ لینا آفتاب شوق ابھریں گے
جہاں جگنو چمکنے کی اجازت ہو نہیں سکتی

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب محمد محسن خان لغاری: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، لغاری صاحب!

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! یہاں فنانس منسٹر ہیں اور نہ ہی فنانس کے پارلیمانی سیکرٹری موجود ہیں۔ جس وقت pre-budget session تھا اس وقت بھی وہ لوگ یہاں پر نہیں بیٹھے تھے اور توجہ نہیں دی تھی لیکن کم از کم ان دنوں میں تو یہ توجہ دے دیا کریں۔ سارے سال میں صرف یہ ایک budget session ہوتا ہے جس میں فنانس منسٹر کو بیٹھ کر ہماری باتیں سننی چاہئیں۔

جناب سپیکر: محسن لغاری صاحب! یہ اتفاق ایسا ہوا ہے، جب آپ باہر گئے تھے تو اس وقت ہی وہ بھی شاید باہر چلے گئے تھے۔ وہ ابھی آنے والے ہیں جس طرح سے آپ آ گئے ہیں وہ بھی آ جائیں گے اور میرا خیال ہے کہ وہ آپ کی بات سن رہے ہوں گے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! میں تو پانی پینے کے لئے گیا تھا۔

جناب سپیکر: اتنی دیر میں تو پانی نہیں پیا جاتا۔ جب سے میں یہاں آ کر بیٹھا ہوں میں نے آپ کو اب دیکھا ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! آپ کی ہم پر نظر ہی نہیں پڑتی ہے۔

رانا محمد افضل خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی۔

رانا محمد افضل خان: جناب سپیکر! کچھ دیر پہلے میاں رفیق صاحب ناراض ہو کر چلے گئے تھے اور میری ڈیوٹی لگائی گئی تھی کہ میں ان کو منا کر لے آؤں۔۔۔

جناب سپیکر: میں گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ منسٹر صاحبان، پارلیمانی سیکرٹری صاحبان کو جس محکمے کے بارے میں باتیں ہو رہی ہوں تو ان کو یقیناً یہاں حاضر ہونا چاہئے۔ میں معزز ارکان سے بھی کہوں گا کہ جن لوگوں نے آپ کو ووٹ دے کر اس ہاؤس میں بھیجا اور آپ کو عزت دی ہے تو ان کا احترام بھی کرنا چاہئے کیونکہ یہ آپ کے پاس ان کی امانت ہے۔ اگر اس امانت کو صحیح طریقے سے استعمال نہیں کریں گے تو پھر کیا کہا جا سکتا ہے میں تو یہی کہوں گا کہ آپ کو جو ٹائم دیا جائے عین اس وقت تمام حضرات کو یہاں پر آنا چاہئے۔ اسمبلی کے معاملات میں participate کرنا چاہئے کیونکہ آپ کے لئے یہ بہت بڑا اعزاز ہے۔ میں حیران ہوں کہ بس ایک آدھ تقریر کی اور اپنے ساتھ دوسرے ساتھی کو بھی لے جاتے ہیں۔ یہاں

ہاؤس میں جو حالات ہوتے ہیں وہ آپ کے سامنے ہوتے ہیں۔ یہ اچھا نہیں لگتا کہ میں اس کے بارے میں کچھ اور comment کروں۔ میں یہ امید کرتا ہوں کہ سب دوست اپنے ساتھیوں کو کہیں گے کہ اس میں خصوصی دلچسپی لیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

لغاری صاحب! جس طرح آپ پانی پینے کے لئے گئے تھے، ہو سکتا ہے وہ بھی کہیں گئے ہوں، وہ بیٹھے ہوئے تھے میں نے خود بیٹھے ہوئے دیکھا ہے۔ ان کے پارلیمانی سیکرٹری صاحب ہیں؟

معزز ممبران: وہ بھی نہیں ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: very sad, very sad یہ بالکل اچھی بات نہیں ہے۔ میرا خیال ہے کہ وہ یہاں پر آ رہے ہیں۔ جی، اب ڈاکٹر محمد اشرف چوہان صاحب!

رانا محمد افضل خان: جناب سپیکر! ہم بڑی مشکل سے میاں محمد رفیق صاحب کو منا کر لے آئے ہیں۔

(اس مرحلہ پر میاں محمد رفیق واک آؤٹ ختم کر کے واپس ایوان میں تشریف لائے)

جناب سپیکر: رانا صاحب! میری طرف سے آپ کا بہت شکریہ اور میاں محمد رفیق صاحب! میں آپ کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ جی، ڈاکٹر صاحب!

ڈاکٹر محمد اشرف چوہان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں آپ کی اس بات کی تائید کرتا ہوں کیونکہ ہمارے پاس یہ قوم کی امانت ہے یہاں تک پہنچنا شاید چند جاگیرداروں کی قسمت میں لکھا ہے لیکن ہم جیسے محنت کش اور تعلیم یافتہ لوگ جب یہاں پہنچتے ہیں تو اس میں ایک لمبی داستان ہوتی ہے۔ یہاں بجٹ سیشن میں اس طرح کا سناٹا شاید یہ ظاہر کرتا ہے کہ کچھ لوگ صرف اپنا موروثی حق سمجھتے ہیں اور لمبی لمبی تقریریں کر کے یہاں سے چلے جاتے ہیں۔ میں خواتین کے بارے میں دوبارہ نہیں کہوں گا کیونکہ پچھلی دفعہ کافی ہو گیا تھا۔

جناب سپیکر! میں پنجاب حکومت کے پیش کردہ بجٹ 11-2010 پر اپنی تقریر شروع کرنے سے پہلے وزیراعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف صاحب، وزیر خزانہ جناب تنویر اشرف کائرہ صاحب اور

سیکرٹری فنانس اور خصوصاًایڈیشنل سیکرٹری فرید تارڑ صاحب جنہوں نے اتنی محنت کر کے یہ بجٹ تیار کیاان کومبارکباد پیش کرتاہوں۔

جناب سپیکر: وزیر خزانہ صاحب نے بجٹ تیار کیاہے۔

ڈاکٹر محمد اشرف چوہان: جناب سپیکر! وزیر خزانہ صاحب نے یہاں پر پڑھا بڑے اچھے طریقے سے ہے اور انہوں نے دن رات جو محنت اور کوشش کی ہے اس کی تعریف کرتاہوں۔ وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف صاحب نے عہدہ سنبھالنے کے فوراًبعد قوم سے کچھ وعدے کئے تھے جس کی تکمیل میں یہ تیسرا بجٹ پیش کیا گیااور میں یہ سمجھتاہوں کہ ان کے وعدوں کی تکمیل جاری ہے اور آئندہ بجٹ میں مزید اس میں تقویت آئے گی۔ ان کا سب سے بڑا وعدہ تھا کہ پنجاب میں امن وامان اور سستے انصاف کی فراوانی ہوگی۔ اس وقت جب صوبہ پنجاب ملک کے دوسرے صوبوں کی طرح دہشت گردی کا شکار ہے تو63 بلین کی رقم پولیس کے حوالے کر کے میں سمجھتاہوں کہ یہ ایک بہت اعلیٰ قدم ہے اور پولیس کے ذمہ داران سے میری گزارش ہے کہ وہ اس قوم کے سرمایہ کو بہترین سے طریقے سے استعمال کریں اور اپنی پولیس کے اندر مستعدی اور efficiency لائیں۔ میں سمجھتاہوں کہ پنجاب پولیس ایک بہت بڑی فورس ہے اگر اس کو اچھے طریقے سے استعمال کیا جائے تو جو دہشت گردی پنجاب کے دروازے پر knock کر رہی ہے اس کو روکا جاسکتاہے۔

جناب سپیکر! ان کا دوسرا وعدہ غربت میں کمی اور غریب طبقہ کو سہولیات کی فراہمی تھی۔ اس حوالے سے بجٹ میں تقریباً30۔ارب روپے کی سبسڈی ہے، اس کو بجا طور پر pro poor budget کہا جاسکتاہے۔ اس بجٹ میں 6۔ارب روپے کی مفت دوائیاں ہیں ،5۔ارب سستی روپے روٹی پر اور 13۔ارب روپے گندم کی سبسڈی پر ہے اور میں یہاں پر یہ ضرور کہوں گا کہ جو لوگ سستی روٹی کی مخالفت کرتے ہیں ان کو یاد ہونا چاہئے کہ جب دو سال پہلے یہ گورنمنٹ آئی تھی تو روٹی اور نان کی قیمت -/15 روپے تک پہنچ چکی تھی۔ اگر اس پر پابندی نہ لگائی جاتی اور پنجاب گورنمنٹ اس پر یہ -/2روپے والی روٹی کا enforcement نہ کرتی تو آج پنجاب میں روٹی -/25روپے سے زیادہ فروخت ہو رہی ہوتی۔ وہ لوگ جو سستی روٹی کی مخالفت کرتے ہیں وہ شاید ان ہوٹلوں پر نہیں جاتے اور ان کا شاید صرف ایم ایم عالم روڈ تک ہی جانا ہوتا ہے لیکن اگر وہ سیون اپ یا غریب علاقوں تک جائیں اور لمبی قطاریں دیکھیں یا

گوجرانوالہ میں میرے حلقے میں جو تنور ہیں ان کو دیکھیں تو ان کو سمجھ آئے گی کہ وزیر اعلیٰ پنجاب کا یہ جو فیصلہ ہے اس میں ایک دانش اور سمجھ ہے اور اس میں ایک غریب آدمی کو فائدہ ہے جو ایک عام آدمی تک پہنچ رہا ہے۔ اسی سلسلے میں ان کی جو pro poor allocation میں رمضان کے حوالے سے 2۔ارب روپیہ رکھا گیا ہے اس کی بھی داد دینی چاہئے۔

(اس مرحلہ پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب سپیکر! اس کے علاوہ صحت کے شعبہ میں جو ایک کثیر رقم رکھی گئی ہے جس میں ڈائیلسز، موبائل ہسپتال اور دوسرے پراجیکٹ شامل ہیں وہ بھی وزیر اعلیٰ کے وعدہ کو further کرنے کے لئے اس بجٹ میں وہ اس چیز کا ثبوت ہیں۔

جناب سپیکر! تعلیم کسی بھی سوسائٹی میں ایک fundamental حیثیت رکھتی ہے اور تعلیم کے بغیر آپ اس دنیا کی competitive world ہے اس میں کسی جگہ پر بھی نہیں پہنچ سکتے۔ وزیر اعلیٰ کی اس سلسلے میں اور وزیر خزانہ صاحب بھی بیٹھے ہیں میں ان کو exclude نہیں کرنا چاہتا اور جو یہ پراجیکٹ ہیں جس میں .Punjab Education Endowment Fund جو پوزیشن ہولڈرز ہیں جن کو support کیا جا رہا ہے اور اب غریب students اس قابل ہیں کہ وہ بڑے institution میں جا سکیں اور اساتذہ کی تربیت کے لئے دس کرروڑ اور دو بلین روپے کی جو ٹیکسٹ بکس ہیں یہ بہت ہی اعلیٰ اقدام ہے اور اس کو expand کرنا چاہئے۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ water, industry اور جو Millennium Development Programme ہے، دانش سکول ہیں Agricultures sector اور انڈسٹری میں جو پیسے دیئے گئے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ سلسلہ جاری رہنا چاہئے اور اس کو آئندہ سالوں میں increase کرنا چاہئے۔ ملکی سطح پر ہمارے وزیر اعلیٰ اور ہماری حکومت نے جو NFC Award کے موقع پر اپنا ایک کردار ادا کیا ہے میں سمجھتا ہوں کہ آج سے چھ ماہ پہلے بلوچستان میں فیڈرل اور پنجاب کی طرف ایک قسم کی علیحدگی کی بڑی آواز تھی جو NFC Award کے بعد فورارُک گئی۔ یہ میں سمجھتا ہوں کہ وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف صاحب کی وہ سیاسی بصیرت تھی کہ جو انہوں نے اس موقع پر فیصلہ کیا ہم نے اس کا رزلٹ دیکھا کہ جو بلوچستان میں تحریک تھی یا disappointment تھی اب وہ ختم ہو چکی ہے اور اس میں پنجاب نے اپنا

تھوڑا ساpercentageدے کر اپنے بھائیوں کوreassuranceدی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ ایک بڑے بھائی کا کردار ہے جو ہم نے ادا کیا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ نہیں ہوا کہ اس سے پنجاب کو نقصان ہوا ہے۔ میں نے وزیر خزانہ صاحب کی پوری تقریر سنی، پڑھی اور پھر میں سیشن میں پورا دن رہا۔ میں اپنا یہ فرض سمجھتا ہوں کہ ہم جو قوم کے نمائندے ہیں اپنی ذمہ داری پوری طرح نبھائیں۔ میں نے یہ دیکھا ہے کہ جو مرکز پانچ فیصدcollection charges chargeکرتا تھا جو ہمیں دینا پڑتے تھے جبکہ ہم نے تھوڑی سیpercentageبلوچستان کو دی ہے لیکن ہمارے وزیر اعلیٰ صاحب نے5 percentسے one percent charges decreaseکروائے ہیں اس کے مطلق میںfigures exactتو نہیں بتا سکتا لیکن اس سے20سے22بلین کا پنجاب کو فائدہ ہوا ہے، جو لوگ کہتے ہیں کہNFC Awardمیں پنجاب کا حق مارا گیا ہے تو میں بتاتا ہوں کہ حقیقت میں پنجاب کو پچھلے سال سے چار گنا زیادہ رقم ملی ہے اگر میری معلومات غلط ہیں تو وزیر خزانہ صاحب میری اس بات کی تصحیح فرما سکتے ہیں۔

جناب سپیکر! اس بجٹ کی figures سب کے پاس ہیں، میں اس میں زیادہ نہیں جانا چاہتا لیکن میں اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میں اپنیpositive contributionشامل کرنا چاہتا ہوں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہم نے جو مختلف شعبوں میںallocationsکی ہیں ان کے جو صحیحexpenditures ہیں ان کوexpendکرنا بہت ضروری ہے اور یہ میری ذاتی رائے ہے جو پیسا ڈیپارٹمنٹspendکرتے ہیں، ہمارا تعلق ایک بہت ہی غریب ملک سے ہے جہاں ابھی ایجوکیشن 50فیصد کے قریبcrawlکر رہی ہے۔ ہمارے جو بے شمار علاقے ہیں اس میں ابھی تک سکول اور ہسپتال موجود نہیں ہیں تو میری یہ درخواست ہو گی کہ ہمair-conditioningاور جو چند ہسپتالوں پرextraخرچ کرتے ہیں وہ تمامAir Conditioner and Generatorsپروفیسر اور انتظامیہ کے کمروں میں لگ جاتے ہیں اور جن سے وہ پیسا تین کے لئےevaporateہو جاتا ہے۔ میری یہ گزارش ہے کہ جس طرح انگریز نے برصغیر میں ایک سسٹم شروع کیا ہوا تھا اور آپ نے پرانی عمارتیں بشمول یہ عمارت دیکھی ہے کہ ان عمارتوں کی بلندی14یا18فٹ تک ہوتی تھی اور آج ہم اپنیbuildingsبلندی10فٹ رکھتے ہیں تو ہمارے ملک میں اس وقتtemperatureکا مسئلہ ہے۔ آپ جتنی بھی نئی عمارتیں ہسپتال یا سکول کی بناتے ہیں میرا یہ مشورہ ہے کہ ان کاdesign standardہو، جس طرح پرانے زمانے میں ہر police

station کی شکل ایک ہوتی تھی، ہر station train کی شکل ایک ہوتی تھی، انگریز نے ایک concept بنایا ہوا تھا۔ ہمیں buildings standard کا ایک ہی concept introduce کروانا چاہئے۔ اس میں آپ کی per foot cost بھی determine ہو جائے گی، آپ کو پتا ہو گا کہ آپ نے کتنا spend کرنا ہے، کتنے feet square آپ نے بلڈنگ بنانی ہے اور اس کی cost کتنی ہے، اس کو standardized ہونا چاہئے اور ان کا color and design same ہونا چاہئے تاکہ اس میں cost کو manage کیا جا سکے اور تمام بلڈنگ solid ہو، دوفٹ کی اس کی دیواریں ہوں اور height کو آپ کم بنائیں لیکن quality ہو۔ جو expenditure ان کی آرائش، air conditioning اور ایسی چیزوں پر خرچ ہوتا ہے جو دو تین سال میں perish ہو جاتا ہے اس کو avoid کرنا چاہئے، یہ ایک national investment ہے جس کو سالہا سال چلنا چاہئے۔ اس سے پہلے کہ میں conclude کروں صبح جب آپ یہاں پر موجود تھے تب ایک ممبر نے تقریر کی۔ میں ان کے اس رویے پر بھی احتجاج کرتا ہوں کہ جب بھی وہ تقریر کرتے ہیں اس کے فوراً بعد غائب ہو جاتے ہیں اور جب بھی وہ تقریر کرتے ہیں وہ گوجرانوالہ کا ذکر ضرور کرتے ہیں۔ میں اس matter کو disputed نہیں کرنا چاہتا لیکن میری representation ہے، میری ذمہ داری ہے کہ میں اپنے شہر اور اپنے حلقہ کا تحفظ کروں۔ گوجرانوالہ اس ملک کا چوتھا بڑا شہر ہے اور Taxation Excise and میں جتنی contribution وہ کرتا ہے وہ ساری contribution پورے Punjab South سے زیادہ ہے۔ میں صوبے کی مخالفت بھی نہیں کرنا چاہتا جن کا حق ہے وہ demand کریں جنہوں نے پورا کرنا ہے وہ اس کو سُنیں اگر امن سے آپس میں بھائیوں کی طرح بیٹھ کر فیصلہ ہوتا ہے تو میں اس میں بولنے والا کون ہوں لیکن جب کوئی یہ بات کرتا ہے کہ لاہور میں بیٹھ کر فیصلے ہمیں قبول نہیں ہیں تو مجھے مجیب الرحمٰن والی خوشبو آتی ہے اور جب میں ان لوگوں کو دیکھتا ہوں جو پیدا لاہور میں ہوتے ہیں، جن کی property ہم لوگوں سے زیادہ لاہور میں ہے جو ایچی سن میں پڑھتے ہیں، جو Agriculture پر tax نہیں دینا چاہتے، صدیوں سے جاگیر دار اور انگریزوں کے دیئے ہوئے مربعوں پر جن کی زندگی بسر ہوتی ہے۔ ہم ٹاٹ والے سکولوں میں پڑھے ہیں، ہم نے محنت کی ہے، ہم عام آدمی کے گھر میں پیدا ہوئے ہیں اور محنت کر کے، میں یہ اس floor پر نہیں کہنا چاہتا لیکن مجھے فخر ہے اپنے آپ پر اور اپنے باپ کے خون پر کہ میں برطانیہ کے سو Asian امیر لوگوں میں شامل ہوں اور اگر اس میں ایک سکہ بھی حرام کا ہو تو مجھے خدا معاف نہ کرے۔ میں یہاں

ایسے لوگوں کو جانتا ہوں جنہوں نے صدیوں سے اس سیاست کو کاروبار بنایا ہوا ہے اور یہاں بیٹھ کر لاہور کے خلاف بات کرتے ہیں، لاہور میرا capital ہے، Punjab South کا ہر شہر میرا ہے، لیہ میرا ہے، بھکر میرا ہے۔ دنیا کا کون سا وہ ملک ہے جہاں capital میں investment زیادہ نہیں ہوتی۔ لندن پورے U.K کی 60 percent investment کرتا ہے اور اگر وہ تہذیب یافتہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ آپ کا capital آپ کا show room ہوتا ہے، آپ کا capital آپ کی management ہوتی ہے، آپ کا capital جو ہے اس کو آپ نے develop کرنا ہوتا ہے پھر آپ کا capital آپ کو کتنا contribute کر رہا ہے، آپ کو کتنا revenue دے رہا ہے؟ آپ کا capital جو ہے اس میں کتنی progress ہے اور آپ مجھے یہ بتائیں کہ پورا جنوبی پنجاب جو ہے اس سے کتنا revenue حاصل ہوتا ہے؟ میں تو یہاں تک کہوں گا کہ Agriculture Tax ایک حد سے اوپر ضرور لگنا چاہئے تاکہ موروثی سیاست کا خاتمہ ہو۔ یہ جو ابن ابن ہیں ان کو یہ سوچ آنی چاہئے کہ یہ ملک اس وقت ہی ترقی کرے گا جب عام آدمی سامنے آئے گا، جب پیشہ ور سیاستدانوں کا خاتمہ ہوگا اور ہم جیسے لوگ آگے آئیں گے۔ میں پندرہ دن اپنی محنت سے حلال کی کمائی کرنے لندن جاتا ہوں، پندرہ دن میں یہاں رہتا ہوں اور اللہ کی مہربانی سے اس ملک کا ایک پیسا نہیں لیا سوائے یہ جو ایم پی اے کی تنخواہ مجھے ملتی ہے اور جتنے پیسے یہاں invest کئے ہمیں اس چیز کا فخر ہے۔ اس بات پر میں اتنا ہی کہوں گا کہ یہ کہیں کہ یہ political نہیں ہے۔ سترہ سال آپ کے آباؤ اجداد اس پنجاب میں وزیر اعلیٰ رہے اگر آپ نے اس وقت جنوب میں investment نہیں کی، اگر اس وقت آپ چاہتے تھے کہ آپ کے ہاری نہ پڑھیں، اگر آپ اس وقت چاہتے تھے کہ آپ کے مزارع ان پڑھ رہیں تاکہ آپ کے قدموں میں لیٹتے رہیں تو آج آپ کو کس نے یہ سب کہنے کا حق دیا ہے؟ آج وزیر اعلیٰ پنجاب ایک industrialist ہے اور ایک محنت کش باپ کا بیٹا ہے اس نے اگر محنت کرکے آپ کی موروثی اور جاگیر دارانہ سیاست کو ٹھوکریں ماری ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ ایسے لوگ اور پیدا ہوں تاکہ اس ملک سے جہالت اور دقیانوسی سیاست کا خاتمہ ہو۔

میں آخر میں ایک بات افسران اور وزراء صاحبان اور آپ کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں کہ جب تک ہم آبادی کے اوپر قابو نہیں پائیں گے تب تک ہمارے یہ سارے کے سارے بجٹ بے کار ہوں گے۔ میں آج صبح graph print کروا کے لا رہا تھا کیونکہ کل یہاں بحث ہوئی تھی۔ پاکستان میں اس

وقت سوائے افریقہ کے دو ملکوں سے سب سے زیادہ growth rateہے South East Asia، میں سری لنکا کی growth 0.9 percentپر آچکی ہے جو برطانیہ کے برابر ہے۔ U.S 0.8 percent ہے، انڈیا کی dropہو کر 1.2 percentپر آگئی ہے، بنگلہ دیش میں 1.3 percentہے۔ پاکستان کا largest growth rateہے، یہ ابھی بھی 3فیصد کے قریب ہے پاکستان میں 1960 میں بھی 3فیصد تھا، 1974 میں یہ بڑھ کر 4فیصد ہو گیا تھا۔ ہمیں آئندہ بجٹ میں ایسا ضرور کرنا چاہئے کہ ہم ایسے incentivesدیں ہم اس کو مذہبی مسئلہ نہیں بنا سکتے، وہ یہ بہت sensitiveمسئلہ ہے۔ اس میں مخالفت ہو سکتی ہے لیکن ہمیں family of four concept introduceکروانا چاہئے کہ جو لوگ اپنی familiesکو fourتک restrictکرتے ہیں ان کے لئے education free health and freeاور ان کے لئے foodکے سپیشل کارڈز ہوں اور ایسے سرکاری ملازمین جو اپنی reproduction of childrenکو دو تک محدود کرتے ہیں ان کی A.C.Rمیں بھی mentionہونا چاہئے اور ان کو promotionمیں priorityملنی چاہئے۔ اگر ہم اس مسئلہ کو حل نہیں کریں گے تو ایک تحقیق کے مطابق 2040میں ہماری آبادی 30کروڑ ہو جائے گی اور ہم کسی صورت میں آنے والے دِنوں کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔ ہم ایک ایسے disasterکی طرف جا رہے ہیں جو ہمیں محسوس نہیں ہو رہا کیونکہ disasterآہستہ آہستہ آرہا ہے اگر ہم اس کو noteکریں آج سے چند سال پہلے تک تو ہمارے شہر، ہماری گلیاں آج سے بہتر تھیں، آبادی کا جو بڑھتا ہوا دباؤ ہے اس کو روکنے کے لئے آئندہ کے بجٹ میں، میں گزارش کروں گا کہ اس طرح کے indirect initiative for small familiesوہ ضرور introduceکروائے جائیں۔ اس پاکستان کو کسی مقصد کے لئے بنایا گیا تھا اور اس پاکستان کو بنانے کے پیچھے بڑی سوچ تھی۔ ہم اسے کامیاب اور ترقی یافتہ ملک بنانا چاہتے تھے لیکن شاید اس میں ہم اتنے کامیاب نہیں ہوئے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ابھی ہم بازی ہارے نہیں ہیں، ابھی ہم ہیں، آپ ہیں، ہمیں مل کر کوشش کرنی چاہئے کہ ہم آبادی کو کم کریں اور educationکو liftکریں۔ صرف یہ دو چیزیں ہر مسئلہ کا حل، دہشت گردی کا حل، ہمارے جتنے مسائل ہیں ان سب کا حل ہیں۔ میرے والد کے دس بچے تھے، میرے دو بچے ہیں، میرے سب بھائیوں کے دو بچے ہیں۔ Education آپ کو کیا دیتی ہے آپ زیادہ جانتے ہیں۔ آخر میں، میں صرف فیض احمد فیض کے دو شعر عرض کروں گا

۔

ابھی چراغ راہ کو کچھ خبر ہی نہیں
ابھی گرانی شب میں کمی نہیں آئی
نجات دیدہ و دل کی گھڑی نہیں آئی
چلے چلو کہ وہ منزل ابھی تک نہیں آئی
(نعرہ ہائے تحسین)

جناب ڈپٹی سپیکر: ہاؤس کا وقت ایک گھنٹہ بڑھایا جاتا ہے۔جی، چودھری شیر علی خان صاحب!

جناب شیر علی خان: جناب سپیکر! شکریہ۔ بجٹ کی بحث کی تقریر کا موضوع کچھ اور تھا، ڈاکٹر صاحب نے یہاں پر آ کر ماحول اچھا کرنے کی بجائے خراب کر دیا۔ یہاں اچی سن کالج پر، بڑے زمینداروں پر جن کو جاگیر دار کہا جاتا ہے ان پر تنقید کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ شاید ہم اس ملک کے بنانے میں اور اس ملک کی ترقی میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔ گزارش یہ ہے کہ Pakistan Movement کے جتنے بڑے نام ہیں سب کے ساتھ سردار اور نواب لکھا ہوا ہے۔ لوگ یہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ جب پاکستان وجود میں آیا تو اس کے خزانہ میں پیسے نہیں تھے تو انہی نوابوں، جاگیر داروں نے اور میرے grand father نے اس وقت قائد اعظم محمد علی جناح کو جو contribution کی میں اس amount کا یہاں ذکر نہیں کروں گا لیکن میرے پاس اس کا documentary ثبوت موجود ہے اور قائد اعظم کا وہ خط میرے پاس موجود ہے جو انہوں نے اس کے شکریہ میں لکھا۔ یہ جو تنقید ہے اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ جی وڈیرے، جاگیر دار یہ موروثی سیاستدان ہیں، کئی نسلیں، کئی پشتیں یہ آرزو دل میں لے کر اس اسمبلی میں بیٹھ کر چلی گئیں کہ یہ شاید اس اسمبلی سے باہر ہوں گے۔ ہم اس اسمبلی میں موجود ہیں اور اللہ کرے گا کہ ہمارے بچے بھی اس اسمبلی میں موجود ہوں گے۔(نعرہ ہائے تحسین)

یہ خواہش یہ اپنے دل میں رکھیں اگر ہم اس ملک کے خلاف ہیں، اگر ہم اس ملک کی خدمت نہیں کر رہے تو پھر ہمیں کوئی حق نہیں ہے کہ ہم اس اسمبلی میں بیٹھیں یا پاکستان کی کسی بھی اسمبلی میں ہماری نمائندگی ہو۔لوگ جس طرح ان کو ووٹ دے کر اس اسمبلی میں بھیجتے ہیں ہمیں بھی ہمارے علاقے کے لوگ اسی طرح سے elect کرتے ہیں اس لئے کوئی ایم پی اے جس جماعت سے بھی تعلق رکھتا ہو کسی کو اس بات کا کوئی حق نہیں کہ ہم پر وہ اس طرح سے تنقید کرے۔ جس طرح کے یہ ایم پی

اے ہیں اسی طرح کا میں بھی ایک ایم پی اے ہوں اور میرے زمیندار بھائی جو یہاں پر بیٹھے ہیں یہ بھی اسی طرح کے ایم پی اے ہیں اس لئے میری تمام بھائیوں سے یہ گزارش ہے کہ اس طرح کی ذاتی تنقید نہ کی جائے اور ایسا موضوع نہ چھیڑا جائے جس سے دلآزاری ہو اور باتیں بجٹ کی بجائے کہیں اور چلی جائیں۔

جناب سپیکر! میں بجٹ2010-11 جو یہاں پر پیش کیا گیا ہے۔ تمام زعماء جو ایوان اقتدار میں بیٹھے ہیں ان سے یہ گزارش ہے کہ ریکارڈ بنانے کی کوشش نہ کی جائے اور یہاں پر تاریخی جملے کہنے کی بھی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اکیسویں صدی اور ملک کے موجودہ حالات کا تقاضا کچھ اور ہے۔ پچھلے سال 2009-10 کا بجٹ جب پیش کیا گیا تو اس وقت یہ کہا گیا کہ 175۔ ارب روپے کا ریکارڈ ترقیاتی بجٹ پیش کیا گیا ہے اور موجودہ بجٹ جب تنویر اشرف کائرہ صاحب نے پیش کیا تو کہا گیا کہ 193۔ ارب روپے کا ریکارڈ ترقیاتی بجٹ پیش کیا گیا ہے۔ اس175۔ ارب روپے میں سے بقول انہی کے جو کچھ انہوں نے اپنی بجٹ تقریر میں کہا کہ 134۔ ارب70 کروڑ روپے خرچ کئے گئے اس لئے میں یہ گزارش کروں گا کہ رقم مختص کر دینا ہی کافی نہیں ہوتا، رقم کو خرچ کرنا بھی ضروری ہوتا ہے کیونکہ ریکارڈ تو تب ہی ہو گا کہ جب پیسے allocation کے مطابق خرچ کئے جائیں۔ ہمارا ملک اور بالخصوص پنجاب ایک زرعی صوبہ ہے، 70 فیصد آبادی آج بھی دیہات میں رہتی ہے، یہاں پر ستم ظریفی یہ ہے کہ یہ سیکرٹریٹ میں بیٹھے بابوؤں نے بنایا ہے۔ میں کوشش کروں گا کہ زمینداروں کی نمائندگی کرتے ہوئے اس پر توجہ مرکوز رکھوں، 70 فیصد آبادی جس سے منسلک ہے اس کے متعلق بات کروں۔ زراعت، آبپاشی، خوراک اور فشریز کے لئے 2009-10 کے total estimated expenditure جو ہیں وہ 43۔ ارب 12 کروڑ روپے تھا اور یہ رقم 2010-11 میں کم کر کے 35۔ ارب98 کروڑ روپے کر دیا گیا ہے۔ Revised estimate کے مطابق یہ رقم 29۔ ارب41 کروڑ روپے خرچ کی گئی ہے۔ میں آپ کی attention بھی چاہوں گا اور budget document سے quote بھی کروں گا۔ انہوں نے بجٹ کم کر کے 29۔ ارب خرچ کئے۔ زمیندار ایک سادہ لوح انسان ہوتا ہے جس طرح انہوں نے باقی مدوں میں ریکارڈ رقمیں رکھ دیں تو پھر زراعت کے لئے بھی ایک ریکارڈ رقم رکھ دی جاتی تو ہم سارا سال خوش تو رہتے کہ ہمارے لئے اتنے پیسے رکھے گئے ہیں۔ خرچ تو انہوں نے کرنے نہیں تھے اور اس کی میں ایک

مثال بھی اسی بجٹ میں سے دوں گا کہ صفحہ نمبر35 میں ایک head ہے lump sum provision for transfer to district government for the treatment of Livestock اس کے لئے 10-2009 میں 5 کروڑ روپے رکھا گیا اور اس میں سے ایک روپیہ بھی خرچ نہیں ہوا اور اس سال پھر اس کے لئے 5 کروڑ روپے مختص کر دیئے گئے ہیں۔ جب یہ خرچ ہی نہیں کرنے تو ان کو رکھنے کی کیا ضرورت ہے؟ اسی طرح کی اور بھی بہت سی discrepancies ہیں۔ میں ان کی تفصیل میں نہیں جاتا کیونکہ سارا نمبروں کا ہیر پھیر ہے۔ کئی مدوں میں انہوں نے جتنی رقم مختص کی اس سے کئی گنا زیادہ خرچ کی گئی۔ مثال کے طور پر grant in aid کے لئے 214 ملین رکھا گیا لیکن 2309 ملین روپے خرچ کر دیا گیا۔ یعنی 21 کروڑ روپے کی جگہ 2۔ارب روپے خرچ کر دیا گیا۔ اگر انہوں نے budget document اس طرح سے بنانا ہے اور اس کے اوپر عمل نہیں کرنا تو پھر یہ ایک فضول کاغذ چھاپنے کی exercise نہیں ہونی چاہئے۔ میری حکومت سے گزارش یہ ہے کہ زراعت کے لئے جتنے زیادہ فنڈز رکھے جائیں اتنا ہی بہتر ہو گا۔ اگر زیادہ نہیں تو ہمیں محکمہ پولیس کے برابر ہی پیسے دے دیئے جاتے تو ہم سمجھتے کہ لمبر دار اور تھانیدار دونوں راضی ہو گئے ہیں۔ جس طرح سے ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ لمبر داروں سے سیاست واپس لے لی جائے اور تھانیداروں کے ہاتھوں میں دے دی جائے اگر ان کا دل ایسے ہے تو پھر ایسے ہی کر لیں، پیسے تو اسی حساب سے رکھے گئے ہیں۔

جناب سپیکر! یہاں پر جو pre-budget session ہوا اس کے اندر اراکین اسمبلی نے تجاویز دیں اور میرے بھائی محسن لغاری نے اس سے پہلے کہا کہ اس کی ہمیں تفصیل دی جائے کہ کتنی سکیمیں اس بجٹ میں incorporate ہوئی ہیں۔ اگر کسی سیاست دان کے کہنے پر سیکرٹریٹ میں بیٹھے بابوؤں نے incorporate کر بھی دی ہیں تو ان کے لئے رقم اتنی کم رکھی گئی کہ ان پر عمل ہی نہ ہو سکے۔ انہوں نے دونوں گھر راضی کر لئے ہیں، اپنا گھر بھی راضی کر لیا، ممبروں کو بھی کہہ دیا کہ آپ کا پراجیکٹ ہم نے شامل کر دیا ہے۔ اس طرح کی باتیں نہیں ہونی چاہئیں۔ .Let's be practical ہم جتنی بھی زمیندار کو سہولت دے سکتے ہیں دینی چاہئے؟ یہاں پر زرعی ٹیکس کی بھی بات کی جاتی ہے، کہا جاتا ہے کہ زمیندار کے اوپر ٹیکس ضرور لگنا چاہئے کیا زمیندار ٹیکس نہیں دیتا؟ یہاں پر یہ بھی کہا گیا کہ یہ ٹیکس فری بجٹ ہے اس کے ساتھ ہی یہ document بھی پکڑا دیا گیا جو کائرہ صاحب نے اس ایوان میں

پیش کیا ہے۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ ٹیکس فری کیسے ہے؟ میں اس کا صرف پہلا فقرہ پڑھوں گا اور اس میں لکھا ہے کہ to levy tax and alter the rate of taxes and duties in the Punjab. اور یہ سب زمینداروں سے متعلق ہے۔ انہوں نے کہا کہ دیہات کے اندر یہ زمین جب transfer کرتے ہیں کوئی اس میں oral transfers ہوتی ہیں، کوئی بہن بھائیوں کا آپس میں تبادلہ ہوتا ہے اس پر بھی ٹیکس لگا دیا جاتا ہے۔ میری گزارش یہ ہے کہ اگر زمیندار کو دبانے کا انہوں نے یہ طریقہ سوچا ہے تو زمیندار ان طریقوں سے دبنے والا نہیں ہے۔ حکومت کو چاہئے کہ ممبران کی طرف سے جتنی بھی اچھی تجاویز آئیں ان کو بجٹ میں صحیح طریقے سے incorporate کیا جائے۔ زمینداروں کے لئے ایک سکیم تھی جس کا ہر ممبر نے اچھے الفاظ میں ذکر کیا لیکن اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بابوؤں کو وہ بات پسند نہ آئی کہ اس سکیم کے بارے میں across the board اپوزیشن والے بھی کہتے ہیں کہ یہ اچھی سکیم ہے، پیپلز پارٹی والے کہتے ہیں اچھی سکیم ہے، مسلم لیگ (ن) والے بھی کہتے ہیں کہ اچھی سکیم ہے لہٰذا انہوں نے کہا کہ اسے scrap کر دو، وہ گرین ٹریکٹر سکیم ہے۔ مجھے کوئی ایک ممبر بھی بتا دے کہ کیا یہ پنجاب کے چھوٹے کاشتکار کے لئے اچھی سکیم نہیں تھی؟ انہوں نے بڑی آسانی سے وہ سبسڈی withdraw کر لی۔ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ ہم Solar Pumps دے رہے ہیں۔ میں نے اور میرے بہت سارے دوست ممبران نے یہ تجاویز دی تھیں کہ چونکہ Energy Crisis ہیں تو ہمیں Solar Energy کی طرف جانا چاہئے۔ میں خود اس کے حق میں ہوں اور Solar Pumps ضرور ملنے چاہئیں لیکن سبسڈی پر ملنے چاہئیں چونکہ اس کی قیمت اتنی زیادہ ہے کہ زمیندار afford نہیں کر سکتا لیکن اس وقت تجویز دیتے ہوئے ہمارا یہ مطلب تو ہرگز نہیں تھا کہ گرین ٹریکٹر سکیم ختم کر دی جائے، جو اچھی سکیمیں ہیں انہیں جاری رہنا چاہئے۔

جناب سپیکر! سستی روٹی سکیم کا بہت چرچا ہے اس پر بہت بات ہوئی ہے اس لئے میں اس کی زیادہ تفصیل میں نہیں جاؤں گا لیکن اس کے لئے 5۔ ارب روپے رکھے گئے ہیں۔ مستی خیل صاحب نے خود اعتراف کیا کہ یہ ایک اربن سکیم ہے اور دیہات میں رہنے والی 70 فیصد آبادی کے لئے نہیں ہے۔ شاید وہاں کوئی غریب نہیں ہوتا یا بڑے زمینداروں کے پاس جو دانے ہوتے ہیں وہ سارے گاؤں کے چھوٹے غریب لوگوں میں دیتے ہیں اس لئے وہاں گندم کے دانوں کی اس غریب کو ضرورت نہیں

ہوتی۔ شاید اسے -/2روپے کی روٹی اچھی نہیں لگتی۔ مڈل کلاس کا آدمی سب سے زیادہ پسا ہوا ہے چونکہ اس کی آمدنی fixed ہے۔ وہ سفید پوش آدمی -/2روپے کی روٹی کی لائن میں بھی کھڑا نہیں ہو سکتا۔ اس کے پاس ملازم بھی نہیں ہے جو وہاں لائن میں کھڑا کر دے اور وہ -/2روپے کی روٹی لے آئے۔میری گزارش ہے کہ سکیم across the board اور سب کے لئے ہونی چاہئے، پورے پنجاب کے لئے ہونی چاہئے اور میں کسی سبسڈی کے خلاف نہیں ہوں ۔اگر کسی مد میں کوئی بھی سبسڈی دی جاتی ہے تو ضرور دیں لیکن سب کے لئے دیں۔یہ کہہ دینا کہ فلاں سکیم شہروں کے لئے ہو گی اور دیہات کے لئے نہیں ہو گی یہ بہت بڑی زیادتی ہے۔یہ ریکارڈ کی بات ہے کہ مستی خیل صاحب نے قائد حزب اختلاف کی تقریر کا جواب دیتے ہوئے یہ خود تسلیم کیا کہ یہ ایک اربن سکیم ہے۔ اگر حکومت کا یہ vision ہے تو معذرت سے کہوں گا کہ دیہات کے رہنے والے لوگ اس پر سراپا احتجاج ہیں۔

جناب سپیکر! یہاں زمینداروں پر ایک اور بڑی مہربانی کی گئی میں خصوصاً بارانی علاقے کے زمیندار کی بات کرنے لگا ہوں چونکہ میں خود ایک بارانی زمیندار ہوں اور میرا تعلق بھی بارانی علاقے سے ہے۔ پچھلے بجٹ میں وہاں پر 200 ڈیم بنانے کی تجویز دی گئی لیکن رقم مختص نہ کی گئی۔ اس دفعہ کمال مہربانی ہوئی اور کائرہ صاحب نے ایسی مہربانی فرمائی کہ 5۔ارب روپے سستی روٹی کے لئے اور 200 ڈیمز کے لئے 20 کروڑ روپیہ رکھا ہے۔ آپ یا یہاں پر بیٹھا ہوا کوئی شخص مجھے بتائے کہ اس زمانے میں، مہنگائی کے اس دور میں دس لاکھ روپے سے کون سا ڈیم بنتا ہے ؟ آپ جتنا بھی چھوٹا ڈیم بنا لیں وہ دس لاکھ میں نہیں بنے گا۔کوئی بند تو نہیں بنانے وہ تو پہلے بھی بارانی علاقے کے ہر گاؤں میں موجود ہیں اور اسی بند سے تمام دیہات کے جانور پانی پیتے ہیں۔اگر اس طرح کے بند ہمیں مہیا کرنے تھے تو انہیں ڈیمز کہنا بہت بڑی زیادتی ہے۔میں پہلے بھی ہر دفعہ کہتا ہوں اور اب بھی کہہ رہا ہوں کہ آپ جتنے بھی چھوٹے ڈیمز بنائیں، دو سو بنائیں یا دو ہزار بنائیں وہ کالا باغ ڈیم کے متبادل نہیں ہو سکتے، کالا باغ ڈیم ضرور بننا چاہئے۔ مجھے کل کی اخبار پڑھ کر بڑی خوشی ہوئی کہ جب کل پاکستان مسلم لیگ کی ایک خاتون ممبر نے کالا باغ ڈیم کا ذکر کیا تو پاکستان مسلم لیگ (ن) نے بھی اس کو support کیا۔میں سمجھتا ہوں کہ ہر پاکستانی کو، ہر پنجابی کو اس ڈیم کی حمایت کرنی چاہئے۔ پنجاب کی کسی سے جھگڑے کی بات نہیں ہے۔جب کوئی کالا باغ ڈیم کا نام لیتا ہے تو اس پر سیخ پا ہونے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ہمیں consensus create کرنا ہے۔پورے پنجاب کو یہ کردار

ادا کرنا ہو گا کہ وہ تمام صوبوں کو اس بات پر قائل کرے کہ یہ ایک قومی پراجیکٹ ہے-اس میں پاکستان کا فائدہ ہے اس لئے اس پراجیکٹ کو ضرور بننا چاہئے-(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! کالا باغ ڈیم کے متعلق یہ کہہ دینا کہ ہم نے اس کو scrap کر دیا ہے، کوئی کہتا ہے کہ یہ متنازع ہے اس لئے نہیں بن سکتا، کبھی اس کو دفن کر دیا جاتا ہے، کبھی مردے کو اکھاڑ کر لایا جاتا ہے-میری گزارش ہے کہ اس کو اس طرح نہ گھسیٹا جائے بلکہ اس میں جان ڈالی جائے-یہ ایک viable project ہے، تھا اور رہے گا اس کے لئے پنجاب کو کوشش کرنی چاہئے -جس طرح این ایف سی ایوارڈ کے لئے تمام صوبوں نے بیٹھ کر آپس میں مشاورت کی اسی طرح کالا باغ ڈیم کے لئے بھی کرنی چاہئے لیکن جب سندھ اسمبلی میں یہ قرار داد پیش ہوتی ہے تو مجھے اپنی اسمبلی پر افسوس ہوتا ہے-سندھ اسمبلی ہمیں پانی چور کہتی ہے-میں بارانی زمیندار ہو کر یہ بات کہہ رہا ہوں، میرے پاس کوئی نہر نہیں ہے لیکن سندھ اسمبلی کو کوئی حق نہیں ہے کہ وہ پنجاب کو پانی چور کہے-کوئی ایک سندھی ممبر نہیں اٹھا جس نے آکر کہا ہو کہ آپ یہ غلط بات کہہ رہے ہیں-جب کالا باغ ڈیم کی بات ہوتی ہے تو ہر کوئی اٹھ کر کہنے لگ جاتا ہے کہ شاید ان کا کوئی ذاتی مفاد ہے-اس کالا باغ ڈیم کی وجہ سے پورے پاکستان میں سب سے زیادہ متاثر ہمارا ضلع اٹک ہو گا، جو pond area ہے اس میں سب سے زیادہ رقبہ ضلع اٹک کا آئے گا اور یہ ریکارڈ کی بات ہے-ہم اس کے باوجود اس ڈیم کے حق میں ہیں-ہمیں اس سے پانی نہیں ملے گا لیکن اگر سارے پاکستان کو بجلی ملے گی تو شاید ہمیں بھی مل جائے- میں آپ کو یقین سے بتا رہا ہوں کہ کالا باغ ڈیم سے ہمیں کوئی نہر ملنی ہے اور نہ ہی پانی ملنا ہے لیکن اس کے باوجود ہم اس ڈیم کے حامی ہیں چونکہ اس میں ہمارے ملک کی survival ہے-

جناب سپیکر! چونکہ پانی کا ذکر چل نکلا ہے اس لئے میں عرض کر رہا ہوں کہ آپ سب کے علم میں ہے کہ بہت کم بارشیں ہوئی ہیں اور اس دفعہ بارانی علاقے میں 25 فیصد سے بھی کم فصل ہوئی ہے- اس وقت ہمارے علاقوں میں پینے کے پانی کی شدید قلت پائی جاتی ہے خصوصاً ہمارا تحصیل ہیڈ کوارٹر فتح جنگ جہاں اسلام آباد کا انٹرنیشنل ائرپورٹ بھی بن رہا ہے-اس کے لئے ایک منصوبہ بنایا جا رہا ہے کہ اسے غازی بروتھا سے پانی دیا جائے گا- کتنی ستم ظریفی ہے کہ اسلام آباد کو خانپور سے پانی دیا جا رہا ہے اور

اسلام آباد انٹر نیشنل ائرپورٹ کو غازی بروتھا سے پانی دیا جائے گا-غازی بروتھا ہمارے پورے ضلع میں سے گزرتا ہے- اگر وہاں سے پانی دینا ہے تو دیہات کو چھوڑ دیں لیکن سب سے پہلے ہمارے شہروں کو تو دے دیں-پچھلی حکومت میں فتح جنگ کے لئے واٹر سپلائی کی ایک سکیم منظور ہوئی تھی لیکن وہ سکیم سیکرٹریٹ کے کسی سرد خانے میں کسی منظوری کی منتظر ہے- میں اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے گزارش کروں گا کہ فتح جنگ کی واٹر سپلائی سکیم منظور کی جائے-اگر آپ اس وقت وہاں جا کر دیکھیں تو آپ کو یقین نہیں آئے گا کہ وہاں پانی کی اتنی قلت ہے۔اسی شاہ پور ڈیم سے جو فتح جنگ میں واقع ہے اب بھی اسلام آباد انٹر نیشنل ایئرپورٹ کی construction کے لئے تمام پانی لے جایا جارہا ہے اور ہمارے شہر کو پانی نہیں دیا جارہا۔شہر کے لوگوں کو پانی ملنا اس انٹر نیشنل ایئرپورٹ کی construction سے زیادہ ضروری ہے۔یہ priorities set کرنے کی بات ہے۔پنجاب حکومت کو چاہئے کہ اگر اسلام آباد والوں نے پانی لینا ہے تو پہلے پنجاب کے شہروں کو پانی ملے اس کے بعد Federal territory میں پانی جاتا ہے تو سو دفعہ جائے۔

جناب سپیکر! یہاں مستی خیل صاحب نے بہت ساری باتیں کی ہیں۔ان میں سے چند باتوں کا جواب دینا ضروری سمجھتا ہوں۔انہوں نے کالا باغ ڈیم کے متعلق ایک بات کہی کہ پچھلے آٹھ سالوں میں جب یہ لوگ اقتدار میں تھے تو انہوں نے کالا باغ ڈیم کیوں نہیں بنایا؟ یہ point scoring کی بات نہیں ہے۔ پچھلے آٹھ سال ثناءاللہ مستی خیل صاحب بھی انہی لوگوں کے ساتھ تھے۔یہ ستم ظریفی کی بات ہے، جن لوگوں نے پچھلے آٹھ سال اپوزیشن میں گزارے اگر ان میں سے کوئی ایسی بات کرتا تو جچتی تھی۔ایک بندے نے آٹھ سال اقتدار کے مزے بھی لئے اور آج پھر وہی ہمیں آٹھ سال کا طعنہ دے رہا ہے، یہ بہت زیادتی کی بات ہے۔میں point scoring کی کوئی بات نہیں کروں گا۔کالا باغ ڈیم پر ہم سب کو متحد ہونا پڑے گا۔چونکہ مستی خیل صاحب اس وقت House میں موجود نہیں ہیں لہذا میں صرف اتنا کہوں گا کہ کم از کم ان کو اس حوالے سے طعنہ نہیں دینا چاہئے۔یہ کالا باغ ڈیم تو کسی حکومت نے بھی نہیں بنایا۔ آٹھ سال تو چودھری پرویز الٰہی کی حکومت تھی لیکن اس سے پہلے کس کی حکومت تھی، اُس سے پہلے کس کی حکومت تھی؟ ہر کسی نے حکومت کے مزے لئے ہیں لیکن کالا باغ ڈیم کسی نے نہیں بنایا۔یہ کہہ دینا کہ پچھلی حکومت نے نہیں بنایا غلط ہے۔کالا باغ ڈیم جب تک نہیں بنتا اس

وقت تک یہ issue ہر حکمران کے لئے رہے گا اور جو حکومت میں ہو گا اسی نے ہی یہ بنانا ہے۔ اب معلوم نہیں کہ اس کا credit کس کے نصیب میں ہے؟ اللہ کرے کہ یہ credit آپ کی حکومت کے نصیب میں ہو، آپ اس کو بنالیں۔

جناب سپیکر! آج مخدوم احمد محمود صاحب بہت خوش تھے جبکہ پچھلی دفعہ وہ بہت ناراض تھے۔ انہوں نے جب پچھلی دفعہ جنوبی پنجاب کا ذکر کیا تو کہا تھا کہ ہمیں 5۔ ارب روپے نہیں بلکہ 50۔ ارب روپے ملنے چاہئیں۔ یہ ان کی تقریر کا حصہ تھا جو کہ مجھے آج بھی اچھی طرح یاد ہے۔ پھر جنوبی پنجاب سے بہت ساری آوازیں اٹھیں اور اس کے نتیجے میں تنویر اشرف کائرہ صاحب نے اپنی بجٹ تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ہم نے 52۔ ارب روپے جنوبی پنجاب کی ترقی کے لئے رکھ دیئے ہیں۔ یہ بہت اچھی بات ہے کہ پنجاب ترقی کرے، چاہے وہ جنوبی، شمالی یا وسطی پنجاب ہو۔ بجٹ تقریر میں کہا گیا ہے کہ 135۔ ارب روپے کے منصوبے جنوبی پنجاب میں شروع کر دیئے گئے ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی کہا گیا کہ 134۔ ارب اور 70 کروڑ روپے کی سارے پنجاب میں development ہوئی ہے، ان figures کی مجھے سمجھ نہیں آ سکی۔ اگر 135۔ ارب روپے جنوبی پنجاب میں لگ گئے تو باقی پنجاب کی development کیا ہو گی؟ اس طرح تو پھر ہم سچے روتے ہیں کہ ہمارے علاقے میں ترقیاتی کام بالکل نہیں کئے جاتے۔ جب انگریز بہادر یہاں سے جا رہا تھا تو جاتے جاتے سیکرٹریٹ میں بیٹھے ہوئے بابوؤں کے کان میں وہ ایک بات بتا گیا تھا۔ پوٹھوہار ایریا سے اُس وقت کی انڈین آرمی اور اب پاکستان آرمی کی backbone آتی ہے۔ انگریز بہادر نے ان بابوؤں کو کہا کہ اس علاقے کے لوگوں کو ترقی نہ کرنے دینا تاکہ فوج کا پیٹ اس علاقے کے لوگوں سے بھرتا رہے۔ افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس مارشل ایریا کو ہمیشہ backward رکھا گیا۔

جناب سپیکر! جنوبی پنجاب کی محرومی اپنی جگہ پر لیکن ہمارے Northern Punjab کو بھی محروم رکھا گیا ہے۔ میری constituency کی تمام boundary ہزارہ سے ملتی ہے۔ ہزارہ کے لوگوں نے جو re-action کیا اس کا fallout ہم نے بھی محسوس کیا ہے۔ ہمارے 13 دیہات ایسے ہیں کہ ان کی طرف جانے کے لئے ہمیں فرنٹیئر میں سے گزر کر جانا پڑتا ہے۔ پنجاب حکومت کی طرف سے اس علاقے میں ابھی تک ایک bridge نہیں بن سکا۔ اس bridge کے نہ ہونے کی وجہ سے ابھی بھی ہم

فرنٹیئر میں سے ہو کر ان دیہات میں آتے ہیں۔ ہزارہ میں جو آگ لگی ہے وہ بجھنے والی نہیں ہے۔ جس طرح ہزارہ اور جنوبی پنجاب میں تحریک چل نکلی ہے اگر آپ چاہتے ہیں کہ Northern Punjab میں بھی اس طرح کی ایک تحریک چل پڑے تو پھر آپ اس علاقے کو ضرور محروم رکھیں۔ آپ کا یہ جو 193۔ارب روپے کا ترقیاتی بجٹ ہے اس میں راولپنڈی شہر کے چند منصوبے ضرور ہوں گے لیکن اس کے علاوہ پورے پوٹھوہار کے لئے کوئی بڑا منصوبہ موجود نہیں ہے۔ میں نے اس بجٹ کتاب کو دو دن تک بڑے غور سے دیکھا ہے، میں نے سوچا کہ شاید ہمارے علاقے کو بھی کسی نہ کسی ذریعے سے کوئی ترقیاتی منصوبہ دیا گیا ہو۔ ضروری نہیں ہے کہ ہماری وجہ سے، کسی اور کی وجہ سے نواز دیا جاتا لیکن مجھے اس کتاب میں اپنے علاقے کے لئے کوئی بڑا منصوبہ نہیں ملا۔ سڑکیں اور نالیاں تو ضلعی حکومت بھی بناتی رہی ہے۔ جب ہم ضلع کونسل میں ہوتے تھے تو یہ کام ضلع کونسل بھی کرتی تھی۔ آپ ہمارے علاقے کی ترقی کے لئے وہاں پر کوئی بڑا project لے کر آئیں۔ اس وقت تک وہاں پر کوئی بڑا project بن رہا ہے اور نہ ہی اس بجٹ میں موجودہ سال کے دوران بنانے کا کوئی عندیہ دیا گیا ہے۔ صرف یہ کہا جاتا ہے کہ پنڈی ڈویژن (ن) لیگ کا گڑھ ہے۔ یہ اچھا گڑھ ہے کہ اس کی development کے لئے کوئی پیسا خرچ ہی نہیں کرتے۔ کل جب وہاں کے لوگ ان کے خلاف ہزارہ کی طرح بغاوت کریں گے تو پھر لاہور میں بیٹھے ہوئے لوگوں کو احساس ہو گا۔ یہ کہتے ہیں کہ لاہور کا ذکر نہ کریں۔ میں نے اپنی پوری تقریر میں بڑی کوشش کی ہے کہ لاہور کا ذکر نہ کروں۔ اب پہلی دفعہ مجبوراً ذکر کر رہا ہوں۔

جناب سپیکر! یہاں ہاؤس میں بیٹھے ہوئے مجھے اس ہاڑ کے مہینے میں ٹھنڈ لگ رہی ہے۔ I am feeling cold آپ کو کیا پتا کہ ہمارے دیہات کی خواتین اس ہاڑ کے مہینے میں سر پر گھڑے اٹھا کر کتنی کتنی دور سے پانی لے کر آتی ہیں لہذا میں یہ گزارش کروں گا کہ ہمارے افسران کو fields میں جانا چاہئے۔ تمام عوامی نمائندوں کا تو اپنے علاقوں سے رابطہ ہے لیکن بیوروکریسی کا عوام سے کوئی رابطہ نہیں ہے۔ یہ ٹھنڈے کمروں میں بیٹھے رہتے ہیں، ان کے air conditioners تو بند کر دینے چاہئیں۔ انگریز نے اتنی زبردست عمارتیں بنائی ہیں، ان میں تو air conditioners کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ ان کو پنکھے لگوا کر دیں تا کہ ان کو احساس ہو سکے۔ ان کے کمروں کے دروازوں پر چکیں لگوا کر دیں۔ جیسے پرانے زمانے میں ڈی سی کے دفتر کے باہر چک لگی ہوتی تھی۔ اب انہوں نے modern قسم

کے دروازے لگوا لئے ہیں۔1904 میں ہمارا ضلع وجود میں آیا تھا، وہاں ڈی سی کے دفتر کی عمارت بہت پرانی ہے اور اس کی چھتیں20,20 فٹ اونچی ہیں۔اس کمرے کو ٹھنڈا کرنے کے لئے بھی چھ چھ ٹن کے air conditioners لگائے جاتے ہیں۔یہ بہت بڑی زیادتی ہے۔

جناب سپیکر! آخر میں یہی گزارش کروں گا کہ وقت جس چیز کا تقاضا کر رہا ہے ہمیں بھی اسی نقطہ نظر سے چلنا چاہئے۔اسی طرح زراعت کے لئے جتنے زیادہ funds دیئے جا سکتے ہیں وہ دینے چاہئیں۔زراعت پر جو cuts لگائے جا رہے ہیں یہ نہیں لگنے چاہئیں۔

جناب سپیکر! میری مزید دو گزارشات اسمبلی سے متعلق ہیں۔ایک تو یہ ہے کہ کل جب میں نماز کے لئے نیچے گیا تو جماعت ہو رہی تھی اور وہاں پر کھڑا ہونے کی جگہ نہیں تھی، حالانکہ کل اجلاس بھی نہیں تھا۔جگہ نہ ہونے کی وجہ سے ہم جماعت میں شامل نہیں ہو سکے تو میں عرض کروں گا کہ یہاں پر کوئی proper مسجد کا انتظام کیا جائے۔یہاں پر اتنے کروڑوں اربوں روپے خرچ ہو رہے ہیں اگر اس Assembly premises میں ایک چھوٹی سی مسجد بن جائے اور تمام لوگ وہاں پر نماز پڑھ سکیں تو بہت اچھا ہوگا۔فنانس ڈویژن سے بھی میری ایک درخواست ہے کہ budget speech والے دن ہمیں 20 کلو وزن اٹھوا دیا گیا، جب آپ نے soft copy دے دی تو آپ حکومت کا یہ printing کا خرچہ بچائیں کیونکہ اس کو کوئی نہیں پڑھتا، بجٹ کی کتابیں سب لوگوں کے گھروں میں اسی طرح بندھی ہوئی پڑی رہتی ہیں لہذا یہ hard copy والا رواج اب ختم کر دیا جائے۔شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔اب راجہ شوکت عزیز بھٹی صاحب!

راجہ شوکت عزیز بھٹی: اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیمo بسم اللہ الرحمٰن الرحیمo

صبح اٹھ کر گیت گاتی ہے
سورج ڈوبتا ہے تو اس کی تسبیح پڑھتا ہے
چرند اور پرند اس کے بول الاپتے ہیں
پتوں کی سرسراہٹ اس کی حمد گاتی ہے

میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے بابرکت نام سے شروع کرتا ہوں۔ آقا و مولا سرور کائنات خاتم النبیین والمرسلین مولائے کل محمد مصطفیؐ کی ذات پر لاکھوں درود و سلام بھیجنے کے بعد میں عرض کرتا ہوں کہ آج بڑا اہم دن ہے کہ ہم نے کیا کرنا ہے، حکومت کا کیا طرز عمل ہے، کیا سوچ ہے، گزشتہ ادوار میں کیا ہوتا آیا؟ اصل میں یہ موازنے کا وقت ہے۔ پارٹیوں سے ہٹ کر حقائق پر بات کی جائے۔ پہلی بات یہ ہے کہ میں ابھی چند دن پہلے پاکستان سے باہر تھا توTransparency International کی رپورٹ آئی تو جب ہمارے صوبہ پنجاب کا ذکر آیا اور صوبے میں کام کرنے والوں کی کارکردگی کو جب بہتر الفاظ میں یاد کیا گیا تو یقین کریں کہ کچھ خوشی ہوئی ورنہ سیاستدانوں اور عوام کی خدمت کرنے والوں پر بے جا ہی الزامات لگ جایا کرتے ہیں۔

جناب سپیکر! ایک بات جوwhite paper کے ذریعے، اخبارات اور ٹی وی کے ذریعے بھی سامنے آئی کہ جب ہم ووٹ لینے کے لئے جاتے ہیں تو غریب کی بات کرتے ہیں، عام آدمی کی بات کرتے ہیں، دیہاتوں میں بسنے والے70 فیصد لوگوں کی بات کرتے ہیں، مزدوروں اور محنت کشوں کی بات کرتے ہیں لیکن جب کسی سکیم یا کسی چیز کوcriticize کرنے لگتے ہیں تو پھر ہم اس چیز کی طرف انگلی اٹھا دیتے ہیں، جنہیں دو وقت کی روٹی میسر نہیں ہوتی، جن کی اولاد کو ایک نوالہ میسر نہیں ہوتا اگر ان کی سوچ کسی لیڈر کے ذہن میں آ جائے تو چونکہ وہ لیڈر کسی دوسری جماعت سے ہوتا ہے ہم اسے ذہنی طور پر accept نہیں کرتے اور پھر اس کے لئے ہم طرح طرح کے بیانات دیتے ہوئے نہ اس غریب کی بُری حالت کو اپنے ذہن میں رکھتے ہیں جس کے نام پر ہم ووٹ لے کر یہاں آتے ہیں بلکہ ہم اس ساری سکیم کو تہس نہس کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ میرے بھائی مستی خیل صاحب نے اسےscheme urban کہا، ان کے کہنے کا اصل مقصد یہ تھا کہ اس میں ریلوے سٹیشن، بس سٹینڈ، لیبر کالونیاں اور کچی آبادیاں ہیں۔ کچی آبادیاں صرف شہروں میں نہیں ہیں، دیہاتوں میں بھی بہت ساری کچی آبادیاں ہیں وہاں بھی ملیں ہیں، فیکٹریاں ہیں، مزدور ہیں۔ جو لوگ دن کو مزدوری کر کے -/200 روپے کی دہاڑی لگا کر رات کو سوتے ہیں تو ان کا بھی حق بنتا ہے اور ان کو -/2 روپے میں یہ روٹی مل جاتی ہے۔ یہ چیز اس سے پہلے کسی کے ذہن میں نہیں آئی اور اگر کسی کے ذہن میں یہ بات آگئی ہے تو اس کو بجائے سراہنے کے اس پر تنقید کی جا رہی ہے۔ ہو سکتا ہے اس سسٹم کیsupply line میں کسی نہ کسی جگہ چھوٹی موٹی کوئی

کوتاہی ہو، اس نقص کو ختم کرنے کی بجائے اس ساری سکیم کا سرے سے قلع قمع کر دینا میں سمجھتا ہوں کہ جن لوگوں کے نام پر ہم ووٹ لیتے ہیں ان کے ساتھ یہ بہت بڑی زیادتی اور ناانصافی ہے۔ اگر یہ کہیں کہ حالیہ حکمرانوں نے غریبوں کے بارے میں سوچا ہے یا نہیں سوچا، جو کچھ سوچا ہے اگر اپوزیشن لیڈر اسے بھی سراہ دیتے یا میرے دوست اس کی تعریف کر دیتے تو مجھے خوشی ہوتی۔ میں نے پہلی بار دیکھا کہ جن ہسپتالوں میں، میں اور میرے یہ colleagues جانا شاید پسند نہیں کرتے وہاں غریب کے 90 فیصد بچے، غریب عورتیں، محنت کش اور مزدور اپنی بیماری کی صورت میں وہاں ائر کنڈیشنر میں جا کر لیٹتے ہیں وہ بھی اسی حکومت کا کارنامہ ہے۔ یہاں اس ایوان میں بیٹھے ہوئے منتخب نمائندوں کے بچے جن سکولوں میں نہیں پڑھتے، اس ملک کے جاگیر داروں اور وڈیروں کے بچے جن سکولوں میں نہیں پڑھتے ان سکولوں میں پہلی بار I.T Lab اسی حکومت کا کارنامہ ہے لہذا اسے بھی سراہنا چاہئے تھا۔

جناب سپیکر! جس طرح میرے بھائی نے Southern Punjab کا ذکر کیا، میں اطلاعاً یہ عرض کر دوں کہ اس حکومت سے پہلے گزشتہ 5 سال کا ریکارڈ اٹھا کر دیکھیں کہ وہاں لوگوں کی بہتری اور development کے لئے 68۔ارب روپے invest ہوئے اور اس اڑھائی سال کی حکومت میں 120۔ارب روپیہ وہاں پر لگا۔ میرے بھائی یہاں پر ابھی ذکر کر رہے تھے تو 134۔ارب کے منصوبہ جات شروع کئے ہیں اور اس مالی سال میں ان منصوبہ جات کے لئے 52۔ارب روپے مختص کئے ہیں۔ 193۔ارب روپے میں سے اگر 134۔ارب روپے ایک ہی سال میں ادھر لگا دیں تو پھر باقی سارا صوبہ اسی طرح رہ جائے گا۔ میرے اپوزیشن لیڈر نے کہا کہ 13۔ارب روپے دانش سکول کے لئے رکھ دیئے گئے ہیں یا تو چیٹس کسی نے دے دیں اور جلدی میں وہ پڑھی نہیں گئیں، دانش سکول کے لئے 3۔ارب روپیہ رکھا ہے اور وہ بھی صرف اس وجہ سے اعتراض ہوا ہے کہ اس ایوان میں بیٹھنے والوں کے بچے اس دانش سکول میں نہیں پڑھیں گے، شاید اس وجہ سے ہوا کہ دانش سکول جاگیر داروں اور وڈیروں کے بچوں کے لئے نہیں بنا اور اس ملک کے سرمایہ داروں کے بچوں کے لئے نہیں بنا۔ میرے اور آپ کے بچے تو ایچی سن سکول میں جا سکتے ہیں لیکن ہم جس سے ووٹ لے کر یہاں آئے ہیں اور اپنے آپ کو honourable Member of this House کہتے ہیں اگر یہاں کوئی کام ان کے لئے ہو جائے تو اس پر ہم criticize کرتے ہیں اور صرف یہ کہنے کے لئے کہ یہ سکیم ان کی طرف سے آئی ہے اور میں ان کا

حصہ نہیں ہوں اس وجہ سے مجھے انہیں criticize کرنا چاہئے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ کیوں نہیں کہتے کہ اس ملک کے غریب آدمی کے لئے جو بھی آواز اٹھائے گا وہ حق کی آواز ہوگی۔ اس ہاؤس کا ممبر ہونے کے ناتے میرا اور آپ کا یہ فرض بنتا ہے کہ ہمیں اس کا ساتھ دینا چاہئے اور اسے سراہنا چاہئے۔ یہ دانش سکول نہ صرف جنوبی پنجاب میں شروع کئے جائیں بلکہ اس حکومت سے میری التجا ہے کہ غریب لوگ اس صوبے کے ہر کونے میں بستے ہیں لہٰذا اس صوبے کے ہر ضلع کو ایک دانش سکول دینا چاہئے۔ اگر ایک غریب آدمی fee afford نہیں کر سکتا اور اس کا بچہ پڑھنا چاہتا ہے اور اچھی پوزیشن لے تو اسے بھی ایچی سن جیسا ماحول ملنا چاہئے، اسے بھی یہ موقع ملنا چاہئے کہ وہ اپنی قابلیت کو ابھار سکے۔

جناب سپیکر! اسی طرح کوئی بھی ایک سیکٹر اٹھا کر دیکھیں۔ ہیلتھ سیکٹر میں 452 سیٹوں کا اضافہ ہوا ہے۔ ایک ایک سیٹ کے لئے ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ میں کیس جاتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ اتنا بڑا تاریخی قدم ہے جو اس حکومت نے اٹھایا کہ 452 سیٹوں کا میڈیکل میں اضافہ کیا ہے چہ جائیکہ ہمیں کرغزستان اور رشیا کے ڈاکٹر لینا پڑتے ہیں اور یہ کڑوی گولی ہمیں اس وجہ سے نگلنی پڑتی ہے۔ وہ صاحب ہماری qualification پر پورے نہیں اترتے لیکن جب ہمیں available نہیں ہوتے تو ہمیں وہ ڈاکٹر لینے پڑتے ہیں جو ہمارے لئے شاید اتنے competent نہیں ہوتے۔ اس کے ساتھ ساتھ وزیر اعلیٰ نے جس summary کو approve کر دیا ہے غالباً آج کل وہ قانون کی شکل میں سامنے آنے والی ہے اور یہاں پر یہ بل پیش ہونے والا ہے کہ ڈاکٹر کو اس وقت تک ڈگری نہیں ملے گی جب تک وہ دو سال دیہی علاقوں میں کام سرانجام نہیں دے گا، یہ دیہاتوں میں بسنے والے 70 فیصد لوگوں کے لئے کارنامہ ہے۔ جو ذہن اور جو سوچ positive side پر جائے، قطع تعلق کہ کس کا کس جماعت سے تعلق ہے، ہو سکتا ہے کہ اس دنیا کے معاملات میں عقل کل کوئی نہیں ہے اور کچھ نہ کچھ باتیں کسی جگہ رہ جاتی ہیں۔ اس میں میرا اور آپ کا حق بنتا ہے کہ صحیح کو صحیح کہیں اور غلط کو غلط کہیں لیکن کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ گزشتہ پانچ سال کے دور میں اس صوبہ پنجاب کی گورنمنٹ میں کروڑوں روپے secret budget کی مد میں جاتے رہے، کون اس قومی پیسے کو لوٹتا رہا اور کسی نے آج تک ان سے نہیں پوچھا۔ میں آپ کی وساطت سے وزیر خزانہ سے یہ اپیل کرتا ہوں کہ اس ہاؤس کی کمیٹی بنائیں اور اس صوبہ کے عوام کو بتائیں۔ اس ایک ایک پیسے کا حساب لینا چاہئے کہ کروڑوں روپے

secret funds کی مد میں بے جا استعمال ہوتے رہے جن کا کوئی حساب کتاب اس صوبہ کے کسی کاغذ پر موجود نہیں ہے۔ اس صوبہ کا ایک ایک پیسا اس کے غریب عوام تک پہنچانا اس ایوان کے ہر ممبر کا فرض ہے اور ہمیں اس بات کا حساب لینا چاہئے۔ یہ نہیں کہ عوام نے اختیار دیا ہے تو جس طرح چاہے استعمال کرتا پھرے اور اسے کوئی پوچھنے والا نہ ہو۔ میں نے وزیر اعلیٰ کے صوابدیدی فنڈ کی بات نہیں کی، میں نے وہ کروڑوں روپے کے secret funds جو خادم اعلیٰ میاں محمد شہباز شریف نے ختم کر دیئے ہیں اور allocate ہی نہیں کئے اس کی بات کی ہے۔ یہ داد دینے کی بات ہے۔ ان معاملات کو سراہنا چاہئے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! آج سیاستدانوں پر کرپشن کے الزامات لگتے ہیں لیکن آئیں کوئی ایک لیز، کوئی ایک ٹھیکہ اور کوئی ایک ایسا کام بتا دیں جو مفاد کے لئے کیا گیا ہو۔ ابھی چار دن پہلے کی بات ہے کہ حکومت پنجاب نے ڈیفنس میں ایک پٹرول پمپ نیلام کیا ہے اس کی لیز ایک لاکھ 60 ہزار روپے تھی جب اس کی نیلامی ہوئی تو وہ غالباً ڈیڑھ کروڑ روپے میں ہوئی ہے۔ یہ کوئی ایک کام بتا دیں۔ یہاں کہا گیا کہ پنجاب کنگال ہونے کو ہے۔ کیا اس سے پہلے حکومت پنجاب نے اپنی overdraft facilities کبھی استعمال نہیں کی تھیں؟ ساری دنیا اور سارے پاکستان میں شور برپا ہے، white paper تو وہ شائع کریں جو وہ حق رکھتے ہیں جن کے اپنے معاملات میں black paper نہ بنتے ہوں۔ کسی جگہ کوئی صوبہ کرپٹ نہیں ہوا، کوئی ڈویلپمنٹ کا کام رکا نہیں۔ Overdraft facilities کے حوالے سے ریکارڈ اٹھا کر دیکھیں، میں وزیر خزانہ سے اپیل کروں گا کہ جب وہ جواب دیں تو وہ اعداد و شمار ضرور دیں کہ اس حکومت سے پہلے گزشتہ ادوار میں کتنی کتنی percentage overdraft facilities استعمال ہوتی تھیں اور running finance سے پیسا لیا جاتا تھا کیونکہ وفاقی حکومت کے واجبات جو باہر سے آنے ہوتے ہیں یا کسی وجہ سے صوبہ پنجاب کی قسط late ہو جاتی ہے اس مد میں ایک running facility حکومت پنجاب کی سٹیٹ بنک کے ساتھ ہوتی ہے۔ اس مد میں یہ کہتے ہیں کہ چیک dishonour ہو گئے۔ اس میں پہلی بات تو یہ ہے کہ حکومت پنجاب کا اگر کوئی چیک dishonour ہوا ہے تو وزیر خزانہ اس House کو بتائیں کہ کون سا چیک dishonour ہوا ہے۔ میری سمجھ کے مطابق وہ چیک ضرور dishonour ہوئے ہوں گے جو حکومت پنجاب نے کسی مالی بدعنوانی کے نتیجے میں کسی ٹھیکیدار کمپنی کے چیک کی ادائیگی رکوائی ہو گی۔ وہ چیک ضرور bounce ہوئے

ہوں گے جن کے ذمہ کوئی نہ کوئی اچھا کام نہیں تھا اور انھیں ملی بھگت سے چیک جاری ہو گئے تو وہ چیک ضرور رکوائے گئے ہوں گے یا وہ چیک bounce ہو جاتا ہے جس کا شیڈول سٹیٹ بنک کے پاس نہیں پہنچتا اور چیک پہلے پہنچ جاتا ہے یا کسی کے دستخط کا issue بن جاتا ہے اور وہ صرف اس وجہ سے کہ ہم اپنی دکان چلا سکیں۔ حکومتی معیار اور حکومتی معاملات پر ان کی ایک بات سے باہر کیا اثر پڑتا ہے اس بات کا انھیں احساس نہیں ہوتا۔ پنجابی میں کہتے ہیں کہ "اپنے پا گوشت واسطے اگلے دی مجھ مار دو" یعنی ان کی سیاست سے اتنی ہی دلچسپی ہے۔

جناب سپیکر! میں یہ نہیں کہتا کہ سارے معاملات سیدھے ہو گئے ہیں لیکن یہ ضرور کہہ سکتا ہوں کہ کبھی کسی نے یہ نہیں کہا کہ 73 آدمیوں کی ایک فوج ظفر موج پنجاب کی کابینہ ہوا کرتی تھی۔ اس دور میں وہ کابینہ نہیں ہے تو کروڑوں روپے ماہانہ بچتے ہیں۔ اگر یہ اس بات کا بھی ذکر کر دیتے تو مجھے خوشی ہوتی۔

جناب سپیکر! لاء اینڈ آرڈر پر میرے دوستوں نے بات کی ہے۔ اللہ برے وقت سے بچا کر رکھے، جو حالات ہمارے دائیں بائیں اور ہماری سرحدوں پر ہیں ان کا خمیازہ ہم بھگت رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ پنجاب پولیس کو اس بات پر سراہنا چاہیئے کہ اس کے بڑے جوانوں نے اپنی جانوں کا نذرانہ دے کر آپ کی اور ہماری جانیں بچائی ہیں، انھوں نے اپنی جوانیوں کو قربان کیا، ماؤں کے بیٹے شہید ہوئے، ہمارے بھائی مارے گئے۔ اس کے ساتھ پولیس نے اپنا معیار بلند کیا ہے کہ وہ خودکش بمباروں کو جا کر خود گلے لگا کر اپنی جان کے نذرانے دیتے رہے، اس صوبہ اور ملک کے عوام کو بچاتے رہے۔ اگر ہم انھیں جدید آلات کے لئے، ان کے معاملات، ضروریات کو پورا کرنے کے لئے اور اس صوبہ کے عوام کو مشکلات سے بچانے کے لئے ان کے بجٹ میں اضافہ کیا ہے تو حالات کے تقاضے کے مطابق انھیں اس سے بھی زیادہ دیا جانا چاہیئے تاکہ جن جدید آلات کی انھیں ضرورت ہے وہ ان کے پاس ہونے چاہئیں۔ اس کے بعد ہم ان سے وہ کچھ لے سکتے ہیں جس کی ہم اور آپ ان سے توقع کرتے ہیں۔

جناب سپیکر! اسی طرح میری یہ گزارش ہے کہ ضرور مخالفت کی جائے لیکن کم از کم بات وہ کی جائے جس کا حقائق کے ساتھ کوئی تعلق ہو اور ایسی فلم نہ بنا دی جائے کہ جس پر سارے صوبہ کے عوام میں اس طرح کا تاثر جائے کہ شاید خدا جانے کیا ہونے کو جا رہا ہے؟ یہاں بات ہوئی کہ Punjab for

شاید تنویر اشرف کائرہ صاحب کی تقریر میں انھوں نے یہ نہیں پڑھا کہ جس ضلع کی کوئی اراضی لیز sale پر دی جائے گی یا نیلام ہو گی وہ پیسا اسی ضلع کے ترقیاتی فنڈ میں استعمال کیا جائے گا۔ وہاں کے بسنے والے لوگوں کی فلاح و بہبود کے لئے استعمال کیا جائے گا۔ وہاں رہنے والے غریبوں کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے استعمال کیا جائے گا۔ اس میں یہ نہیں کہا گیا کہ پنجاب کا کوئی ایسا ادارہ جن کی ماضی میں مثالیں بنتی رہی ہیں کہ جنھیں اپنی ذاتی جائیدادوں کو فروخت کرنے کے لئے کروڑوں روپے اپنے بنائے ہوئے اور قائم کئے ہوئے ایم ڈی اور ڈائریکٹروں کے حوالے کر کے خود کروڑوں اور اربوں روپے کے مفادات حاصل کر کے سارا پیسا باہر بھیج دیا۔ اس صوبے کا ایک ایسا ادارہ جس میں پنجاب کے لوگوں کا بے پناہ پیسا تھا اسے اس بے دردی سے لوٹا گیا میں اس معاملے پر مزید بات نہیں کرنا چاہتا کیونکہ وہ معاملہ زیر سماعت عدالت ہے لیکن جو ہم پر اور ہماری حکومت پر الزام لگاتے ہیں، وہ الزام لگانے سے پہلے اپنے کئے ہوئے معاملات کا اندازہ کریں جو میں سمجھتا ہوں بہت ضروری ہے۔ اگر انھوں نے اس صوبے اور دھرتی پر کوئی رحم کھایا ہو تو پھر وہ الزام لگانے کا حق رکھتے ہیں اور اگر رحم نہ کیا ہو صرف بغیر تکبیر کے گلا کاٹا ہو تو پھر میں سمجھتا ہوں کہ خاموش رہنا ہی ان کے لئے بہت بہتر ہے۔ بہت مہربانی، بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! یہ کس پارٹی کی نمائندگی کر رہے تھے۔

راجہ شوکت عزیز بھٹی: جناب سپیکر! میں اپنے حلقے سے منتخب ہو کر آیا ہوں۔ میں جدھر چاہوں بول سکتا ہوں۔ میں اپنے حلقہ کے لوگوں کی نمائندگی کر رہا ہوں۔ میں ان سے ووٹ لے کر آیا ہوں۔ میں اپنے حلقہ کے نمائندہ کے طور پر جو چاہوں کر سکتا ہوں اس پر میرے اوپر کوئی پابندی نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ چودھری سرفراز افضل صاحب!

چودھری سرفراز افضل: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! شکریہ۔ اس سے پہلے کہ میں 2010-11 کے عوام دوست، غریب پرور اور صحت و تعلیم سے بھرپور بجٹ پر بات کروں۔ میں ایسا عوام دوست بجٹ پیش کرنے پر دل کی اتھاہ گہرائیوں سے وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف، وزیر خزانہ پنجاب تنویر اشرف کائرہ اور ان کی ٹیم کو مبارکباد پیش کرتے ہوئے میاں محمد شہباز شریف

کے اس vision کو بھی مبارکباد پیش کرتا ہوں اور خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ جس کے تحت وزیر اعلیٰ پنجاب نے اس ملک کی اور وفاق کی اکائیوں کو اکٹھا رکھنے کے لئے N.F.C ایوارڈ کو منظور کروانے کے لئے ایک کلیدی کردار ادا کیا اور نہ صرف اس پنجاب کے لوگوں نے وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف کے اس کلیدی کردار کو سراہا بلکہ باقی تمام صوبوں کے وزرائے اعلیٰ نے بھی ان کے اس کردار کو خراج تحسین پیش کیا۔

جناب سپیکر! اس کے ساتھ ساتھ میں وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف کی ان قائدانہ صلاحیتوں کو بھی سلام پیش کرنا چاہتا ہوں کہ جن کے تحت انھوں نے پنجاب کے hydral net profit جس کو 1996 سے غصب کیا گیا تھا واحد وہ شخص میاں محمد شہباز شریف ہے کہ جس کی قائدانہ صلاحیتوں کی وجہ سے پنجاب کے 23.8۔ارب روپے کے اس حق کو تسلیم کرتے ہوئے یہ فیصلہ کیا گیا کہ آئندہ تین سالوں میں وہ 23.8۔ارب روپیہ پنجاب کو ادا کر دیا جائے گا۔ جس طرح میں نے شروع میں کہا کہ یہ بجٹ عوام دوست اور غریب پرور بجٹ ہے۔ ایک طرف تو یہاں پر میرے بیٹھے ہوئے اپوزیشن کے دوست اور یہاں سے باہر بیٹھے ہوئے کالے چشمے لگائے ہوئے سستی روٹی پر بار بار تنقید کرتے ہیں اور انگلیاں اٹھاتے ہیں، سستی روٹی کے حوالے سے شاید اُن کے ذہن میں یہ ہے کہ یہاں پر سستی روٹی کی شکل میں کوئی چور بازاری قائم کی گئی ہے۔21۔ارب روپے کی سبسڈی پنجاب کے غریب عوام کے لئے رکھی گئی ہے جس میں سے 5۔ارب روپے پنجاب کے غریب عوام اور اُس مزدور کے لئے جو -/200 یا -/300 روپے کی دہاڑی لگاتا ہے اور وہ سستی روٹی سے تقریباً -/90 روپے روزانہ بچت کرتا ہے۔ جس کے بارے میں، میں نے پچھلے سال بھی یہی کہا تھا کہ جب مزدور کو -/2 روپے کی سستی روٹی دی جاتی ہے تو وہ تقریباً -/2700 روپے ایک ماہ میں بچاتا ہے۔ اس سال 13۔ارب روپے آٹے پر سبسڈی دی گئی ہے۔ اگر آپ صوبہ خیبر پختونخواہ میں جائیں تو یہی روٹی -/25 روپے میں دی جاتی ہے، اسی طرح بلوچستان میں جا کر حالات دیکھیں۔ آپ کی ترقی کا محور صرف یہاں پر نہیں رُکتا بلکہ ایک طرف رمضان شریف کی آمد آمد ہے اور دوسری طرف سفید پوش اور غریب آدمی عبادت کو بھول کر رمضان شریف کے اخراجات پورا کرنے کی پریشانی میں پڑا ہوا ہے لیکن وزیر اعلیٰ پنجاب نے اس دفعہ بھی اپنے سابق کردار اور روایات کو برقرار رکھتے ہوئے 2۔ارب روپے کی سبسڈی رمضان بازاروں کے لئے منظور کی ہے۔

اس کے ساتھ میں اپوزیشن لیڈر کی اُس بات کا جواب دینا چاہتا ہوں جس میں میرے بھائی نے کہا کہ اس بجٹ میں صحت اور تعلیم کے اوپر نہ جانے کیا کر دیا گیا اور کچھ نہیں رکھا گیا۔ میں بتا دینا چاہتا ہوں کہ اس سال تعلیم کے لئے 23.3۔ارب روپے کی خطیر رقم مختص کی گئی ہے اور 43۔ارب روپے سے زائد کی رقم صحت کے لئے رکھی گئی ہے۔ اس کو اگر آپ کل ملائیں تو تقریباً 67۔ارب روپے بنتے ہیں جو آپ کی صحت اور تعلیم کے لئے رکھے گئے ہیں۔ ان سے کہیں کہ ان کو جو دستاویزات دی جاتی ہیں ان کا آنے اور بات کرنے سے پہلے ایک دفعہ مطالعہ کر لیں تو ان کو پتا چلے کہ یہ وہ پنجاب بننے جا رہا ہے جس میں پڑھا لکھا پنجاب کا صرف خواب نہیں دیکھا گیا بلکہ اس بجٹ میں پڑھے لکھے پنجاب کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کی گئی ہے اور اس پڑھے لکھے پنجاب کی تعبیر پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ وہ پڑھا لکھا پنجاب ایک خواب نہیں رہا بلکہ اب پنجاب در حقیقت پڑھا لکھا ہو گا۔ ایک ارب 80 کروڑ روپے سے مفت درسی کتابیں طلباء و طالبات میں تقسیم کی جائیں گی، نئے کالج بنائے جائیں گے، 800 سکولوں کی upgradation کی جائے گی، 1500 سکولوں کو missing facilities دی جائیں گی اور اس کے ساتھ ساتھ نئے ہسپتال قائم کئے جائیں گے۔ آپ دیکھیں کہ پچھلے سال جس طریقے سے خادمِ اعلیٰ پنجاب نے ایک تہیہ کیا تھا کہ اس صوبے کی غریب عوام کو مفت ادویات دی جائیں گی، مفت علاج کی سہولتیں دی جائیں گی، اس دفعہ 6۔ارب روپے کی ایک خطیر رقم وقف کی گئی ہے کہ پنجاب کے تمام اضلاع کے DHQ اور THQ ہسپتالوں میں 6۔ارب روپے کی ایک خطیر رقم سے غریب اور نادار لوگوں کو مفت ادویات فراہم کی جائیں گی۔ اسی طرح 30 کروڑ روپے کی رقم مفت ڈائلیسز کے لئے مختص کی گئی ہے، 35 کروڑ روپے کی رقم ہیپاٹائٹس کو کنٹرول کرنے کے لئے مختص کی گئی ہے۔ اب یہ پنجاب بیمار اور اَن پڑھ پنجاب نہیں رہے گا۔ اب پنجاب کی عوام تعلیم اور صحت حاصل کرے گی۔ اب پنجاب کی غریب عوام کو ادویات خریدنے کے لئے کسی کے آگے اپنا دامن اور ہاتھ نہیں پھیلانے پڑیں گے۔ اب پنجاب کی غریب عوام کو اپنے علاج معالجے کے لئے زکوۃ فنڈ اور زکوۃ فارموں کی تصدیق کے لئے وڈیروں اور اعلیٰ عہدیداروں کے دروازے پر دستک نہیں دینی پڑے گی۔ اب پنجاب کے انسان کو انسانیت کا مطلب سمجھ آ جائے گا۔ اگر میں باتیں کرنے کو آؤں تو اس بجٹ پر میں دو گھنٹے تقریر کر سکتا ہوں لیکن چونکہ time کی limitation ہے اس لئے مختصر عرض کروں گا۔ یہاں پر کہا جاتا ہے کہ کالا باغ ڈیم بنائیں۔

میرے بھائیو!ہم کالاباغ ڈیم کے حق میں ہیں لیکن کیا جب تک کالاباغ ڈیم نہیں بنے گا تب تک ہم انتظار میں بیٹھے رہیں گے کہ ہمارے کسان کو پانی نہ دیا جائے۔ اگر دو سو چھوٹے ڈیم بنانے کی proposal آئی ہے تو آپ اس کو second کریں، آپ بارش کا وہ قطرہ بنیں جو سیپ کے منہ میں جا کر موتی بنے لیکن آپ بارش کا وہ قطرہ نہ بنیں جو سانپ کے منہ میں گر کر زہر بنتا ہے۔ آپ خود یہاں پر یہ تسلیم کرتے ہیں کہ گرین ٹریکٹر سکیم ایک اچھی سکیم تھی تو پھر کیوں آپ نے پچھلے بجٹ میں اُس کی مخالفت کی؟ آپ آئیں اور وفاق کے ساتھ بات کریں، ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ آپ کالاباغ ڈیم چھوڑیں بلکہ اگر آپ غازی بروتھا سے پانی لینا چاہتے ہیں تو میرے بھائی! آپ ہی کے ضلع میں وفاقی وزیر مملکت برائے ڈیفنس بیٹھے ہوئے ہیں آپ اُن سے بات کریں۔ اگر پنجاب حکومت سے آپ کو کوئی help چاہئے تو آپ proposal بنا کر ہمیں دیں، وزیر اعلیٰ صاحب کو دیں تو ہم party affiliation سے ہٹ کر یہ نہیں دیکھیں گے کہ (ق) لیگ کا ممبر ہے، جماعت اسلامی کا ممبر ہے یا کوئی دوسری پارٹی کا ممبر ہے، جو پنجاب کی فلاح کے لئے بات ہو گی وزیر اعلیٰ پنجاب اور اُن کی ٹیم آپ کے ساتھ ہر حال میں شامل رہے گی۔

جناب سپیکر! یہاں پر دانش سکول پر انگلی اٹھائی جاتی ہے۔ کیا یہاں پر ایچی سن طرز کے سکولوں، کالجوں اور کیڈٹ کالجوں میں ہمارے ہی بچوں کو تعلیم حاصل کرنے کا حق ہے، کیا پنجاب کے غریب عوام کا یہ حق نہیں ہے کہ اُن کے بچے بھی کسی اچھے ادارے، اچھے سکول یا کسی اچھے کالج میں تعلیم حاصل کر سکیں؟ اگر دانش سکول سسٹم متعارف کرایا گیا ہے تو آپ بتائیں کہ آپ کو اس سکول سے نفرت ہے یا اس کے نام سے نفرت ہے جس پر آپ تنقید کر رہے ہیں۔ پہلے یہ بتا دیں کہ آپ کو نفرت کس چیز سے ہے؟ اگر دانش سکول سسٹم قائم ہو رہا ہے تو اگر پنجاب پڑھا لکھا ہو گا، اگر پنجاب کے عوام پڑھے لکھے ہوں گے، اگر یہاں پر IT labs قائم کی جائیں گی، اگر یہاں کا بچہ پڑھ لکھ جائے گا تو کون سا بُرا کام ہو گا؟ ہم جاگیر دارانہ اور وڈیرانہ نظام کے خلاف نہیں ہیں۔ میں خود ایک اچھے کھاتے پیتے گھرانے سے تعلق رکھتا ہوں، میرے خاندان کی بھی ایک سیاسی اور علاقائی history ہے لیکن ہماری علاقائی یا خاندانی history اس لئے نہیں ہے، ہمارا وڈیرانہ یا جاگیر دارانہ نظام اس لئے نہیں ہے کہ غریب کو دباتے جاؤ اور غریب کے بچے کو پڑھنے نہ دو۔ آج جنوبی پنجاب کے لئے 52۔ارب روپے کی خطیر رقم مختص کی گئی ہے۔ مجھے یہ بتائیں کہ آج یہاں پر یہ انگلیاں اٹھا رہے ہیں اور 135۔ارب روپے

اور پتا نہیں کون کون سی figures بتا رہے ہیں۔ میرے بھائی! آپ اس کو پڑھیں کہ 135۔ارب روپے کے منصوبے ہیں۔ 52۔ارب روپیہ 31 فیصد آبادی کے لئے مختص کیا گیا ہے۔ اس صوبے کا 34 فیصد ترقیاتی بجٹ 31 فیصد آبادی کے لئے مختص کیا گیا ہے۔ 3 فیصد اُس آبادی کا جو graph ہے اُس سے زیادہ اس کے لئے وقف کیا گیا ہے تاکہ جنوبی پنجاب کی محرومیوں کو دور کیا جا سکے، بہاولپور میں 300 بیڈ پر مشتمل ہسپتال قائم کیا جا سکے، ڈیرہ غازی خان میں میڈیکل کالج قائم کیا جا سکے، وہاں پر دو سو چھوٹے ڈیم بنائے جا سکیں، وہاں پر بھی دانش سکول سسٹم قائم کیا جا سکے غرضیکہ ہر وہ سہولت جنوبی پنجاب کو دی جائے جو ترقی کی علامت آپ لاہور، راولپنڈی اور دیگر بڑے شہروں میں گنتے ہیں وہ علامت جنوبی پنجاب میں بھی قائم کی جائے۔ آج یہ جنوبی پنجاب کا نعرہ لگاتے ہیں، یہ نعرہ تو لگاتے ہیں لیکن یہ بتائیں کہ تاریخ گواہ ہے کہ اسی جنوبی پنجاب سے سربراہ مملکت بھی بنے ہیں تو کیا سربراہ مملکت کو اُس وقت ہوش نہ تھا کہ ان کے علاقوں میں کیا کیا جا رہا ہے، کیا اُس وقت سربراہ مملکت کو ہوش نہ تھا کہ ہمارے جنوبی پنجاب کو neglect کیا جا رہا ہے اور کیا اُس وقت وہ سربراہ مملکت اتنا بڑا بجٹ کا حصہ وفاق سے یا پنجاب سے اپنے علاقوں میں لے جا سکے؟ یہ جو حصہ بجٹ میں مختص کیا گیا ہے پچھلے پانچ سال یا سات سالوں میں خرچ نہیں کیا گیا جو پنجاب کی حکومت اور وزیر اعلیٰ پنجاب نے ان اڑھائی سالوں میں جنوبی پنجاب کے لئے مختص کیا ہے۔ میں اپنے باقی دوستوں اور بھائیوں کے وقت کا احترام کرتے ہوئے اس بات پر وزیر اعلیٰ پنجاب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے اس قسم کا اپنی ٹیم اور تنویر اشرف کائرہ صاحب کے ساتھ مل کر عوام دوست بجٹ پیش کیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ میں راولپنڈی کے عوام کی طرف سے بالخصوص وزیر اعلیٰ پنجاب کا مشکور ہوں جنہوں نے لاہور کی طرز پر Liver Transplant Centre, Cardiac Centre اور Kidney Centre راولپنڈی میں قائم کرنے کا اس بجٹ میں ہمیں تحفہ دیا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ ایک خطیر رقم راولپنڈی کے ترقیاتی کاموں کے لئے رکھی ہے جس پر میں وزیر اعلیٰ پنجاب اور تنویر اشرف کائرہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

انہوں نے اس بجٹ میں ہمیں جو تحفہ دیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ایک خطیر رقم راولپنڈی کے ترقیاتی کاموں کے لئے رکھی ہے جس پر میں وزیر اعلیٰ پنجاب اور وزیر خزانہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور اس امید کے ساتھ اپنی بات کو ختم کرتا ہوں کہ خادم اعلیٰ پنجاب اپنے اس vision کو آئندہ بھی جاری

رکھتے ہوئے صوبہ پنجاب ہو، وسطی پنجاب ہو یا جنوبی پنجاب ہو انشا اللہ تعالیٰ آئندہ بھی اسی طرح سے پنجاب کے خادم اور پاکستان کے عوام کے خادم بن کر خدمت کرتے رہیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: مولانا چنیوٹی صاحب! میں آپ کو بھی اس کمیٹی کا ممبر بناتا ہوں تو آپ اس میں بیٹھ کر دیکھ لیجئے گا اب جناب اعجاز احمد خان مجلس قائمہ برائے قانون و پارلیمانی امور کی رپورٹ پیش کرنا چاہتے ہیں تو میں انہیں دعوت دیتا ہوں کہ وہ رپورٹ پیش کریں۔۔ایوان کا وقت ایک گھنٹہ مزید بڑھایا جاتا ہے۔

رپورٹ
(جو پیش ہوئی)

مسودہ قانون (ترمیم) تنخواہیں، الاؤنسز اور استحقاقات وزراء پنجاب مصدرہ 2010 کے بارے میں مجلس قائمہ برائے قانون و پارلیمانی امور کی رپورٹ کا ایوان میں پیش کیا جانا

MR. EJAZ AHMED KHAN: The Punjab Minister Salaries Allowances and Privileges (Amendment) Bill, 2010 (Bill No. 14 of 2010)

کے بارے میں مجلس قائمہ برائے قانون و پارلیمانی امور کی رپورٹ ایوان میں پیش کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: رپورٹ پیش ہوئی۔

اب جناب اعجاز احمد خان مجلس قائمہ برائے قانون و پارلیمانی امور کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع لینا چاہتے ہیں۔ میں انہیں دعوت دیتا ہوں کہ وہ رپورٹ پیش کریں۔

رپورٹیں
(میعاد میں توسیع)

قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب 1997 میں ترمیم کے نوٹس، مسودہ قانون (ترمیم) استحقاقات صوبائی اسمبلی پنجاب بل نمبر 15، 17 مصدرہ 2008 اور بل نمبر 6 مصدرہ 2009 کے بارے میں مجلس قائمہ برائے قانون و پارلیمانی امور کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

جناب اعجاز احمد خان: میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

"The Notice of Motion to amend the Rules of Procedure of Provincial Assembly of the Punjab 1997 in the rule 244(a) of the said rules, the Provincial Assembly of the Punjab Privileges (Amendment) Bill, 2008 (Bill No. 15 of 2008) moved by Ch. Aamar Sultan Cheema, MPA, PP-32.

The Provincial Assembly of the Punjab Privileges (Amendment) Bill, 2008 (Bill No. 17 of 2008) moved by Mrs. Amna Ulfat, MPA, W-356. And; The Provincial Assembly of the Punjab Privileges (Amendment) Bill, 2009 (Bill No, 6 of 2009) moved by Ch. Muhammad Asad Ullah, MPA, PP-106.

کے بارے میں مجلس قائمہ برائے قانون و پارلیمانی امور کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں ایک ماہ کی توسیع کر دی جائے۔"

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

"The Notice of Motion to amend the Rules of Procedure of the Provincial Assembly of the Punjab 1997 in the rule 244(a) of the said rules, the Provincial Assembly of the Punjab Privileges Amendment) Bill, 2008 (Bill No. 15 of 2008) moved by Ch. Aamar Sultan Cheema, MPA, PP-32.

The Provincial Assembly of the Punjab Privileges (Amendment) Bill, 2008 (Bill No. 17 of 2008) moved by Mrs. Amna Ulfat, MPA, W-356. And; The Provincial Assembly of the Punjab Privileges (Amendment) Bill, 2009 (Bill No, 6 of 2009) moved by Ch. Muhammad Asad Ullah, MPA, PP-106.

کے بارے میں مجلس قائمہ برائے قانون و پارلیمانی امور کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں ایک ماہ کی توسیع کر دی جائے۔"

یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور اب سوال یہ ہے کہ:

"The Notice of Motion to amend the Rules of Procedure of the Provincial Assembly of the Punjab 1997 in the rule 244(a) of the said rules, the Provincial Assembly of the Punjab Privileges Amendment) Bill, 2008 (Bill No. 15 of 2008) moved by Ch. Aamar Sultan Cheema, MPA, PP-32.

The Provincial Assembly of the Punjab Privileges (Amendment) Bill, 2008 (Bill No. 17 of 2008) moved by Mrs. Amna Ulfat, MPA, W-356. And; The Provincial Assembly of the Punjab Privileges (Amendment) Bill, 2009 (Bill No, 6 of 2009) moved by Ch. Muhammad Asad Ullah, MPA, PP-106.

کے بارے میں مجلس قائمہ برائے قانون و پارلیمانی امور کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں ایک ماہ کی توسیع کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

جناب ڈپٹی سپیکر: اب طاہر محمود ہندلی (ایڈووکیٹ) مجلس قائمہ برائے صحت کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنا چاہتے ہیں۔ میں انہیں دعوت دیتا ہوں کہ وہ رپورٹ پیش کریں۔

رپورٹ

(جو پیش ہوئی)

مسودہ قانون (ترمیم) کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج / یونیورسٹی مصدرہ2010 کے بارے میں مجلس قائمہ برائے صحت کی رپورٹ کا ایوان میں پیش کیا جانا

چودھری طاہر محمود ہندلی (ایڈووکیٹ): میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

"The King Edward Medical College University (Amendment) Bill, 2010 (Bill No. 11 of 2010)

کے بارے میں مجلس قائمہ برائے صحت کی رپورٹ ایوان میں پیش کرتا ہوں۔"

جناب ڈپٹی سپیکر: رپورٹ پیش ہوئی۔

اب طاہر محمود ہندلی (ایڈووکیٹ) مجلس قائمہ برائے صحت کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع لینا چاہتے ہیں تو میں انہیں دعوت دیتا ہوں کہ وہ توسیع کی تحریک پیش کریں۔

رپورٹیں

(میعاد میں توسیع)

مسودہ قانون ہیلتھ کیئر پنجاب مصدرہ2009 اور تحاریک التوائے کار نمبر1038 کے بارے میں مجلس قائمہ برائے صحت کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

چودھری طاہر محمود ہندلی (ایڈووکیٹ): میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

"The Punjab Health Care Bill, 2009 (Bill No. 31 of 2009) and Adjournment Motion No. 1038 of 2008 moved by Sheikh Ala-ud-Din MPA, PP-181.

کے بارے میں مجلس قائمہ برائے صحت کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں ایک ماہ کی توسیع کر دی جائے۔"

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

"The Punjab Health Care Bill, 2009 (Bill No. 31 of 2009) and Adjournment Motion No. 1038 of 2008 moved by Sheikh Ala-ud-Din MPA, PP-181.

کے بارے میں مجلس قائمہ برائے صحت کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں ایک ماہ کی توسیع کر دی جائے۔"

یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور اب سوال یہ ہے کہ:

"The Punjab Health Care Bill, 2009 (Bill No. 31 of 2009) and Adjournment Motion No. 1038 of 2008 moved by Sheikh Ala-ud-Din MPA, PP-181.

کے بارے میں مجلس قائمہ برائے صحت کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں ایک ماہ کی توسیع کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

جناب ڈپٹی سپیکر: اب ملک محمد وارث کلو صاحب تحاریک استحقاقات کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنا چاہتے ہیں۔ میں انہیں دعوت دیتا ہوں کہ وہ رپورٹیں پیش کریں۔

رپورٹیں

(جو پیش ہوئیں)

مجلس استحقاقات کی رپورٹوں کا ایوان میں پیش کیا جانا

ملک محمد وارث کلو: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب سپیکر!

"میں تحریک استحقاق نمبری 4,24,25,34,40,52 اور 58 بابت سال 2008،
4,13,26,31,37,44,45 اور 54 بابت سال 2009، 3 اور 18 بابت سال 2010 کے
بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرتا ہوں۔"

جناب ڈپٹی سپیکر: رپورٹیں پیش ہوئیں۔

سالانہ بجٹ برائے سال 11-2010 پر عام بحث

(---جاری)

جناب ڈپٹی سپیکر: اب بجٹ پر بحث میاں نصیر احمد صاحب کریں گے۔

میاں نصیر احمد: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب سپیکر! میں پنجاب کے 11-2010 کے کامیاب عوامی بجٹ کو پیش کرنے پر جناب خادم اعلیٰ پنجاب، جناب وزیر خزانہ اور ان کی ٹیم کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان مشکل حالات کے اندر اس سے اچھا اور کامیاب بجٹ پیش کرنا ممکن نہ تھا۔ اس بجٹ کے حوالے سے اس میں جو تین چار Block Allocations اور 11-2010 کے اندر عوامی نوعیت کے تین بڑے منصوبہ جات ہیں ان پر بات کرنا چاہوں گا۔ سب سے پہلے تو پنجاب کے بے گھر لوگوں کو سرکاری طور پر سستے گھر مہیا کرنے کے لئے پنجاب کے اندر Company Land Development بنانے کا بڑا احسن اقدام کیا گیا ہے۔ اگر پنجاب کے اندر دیکھا جائے تو بڑھتی ہوئی آبادی کے پیش نظر صرف لاہور جیسے شہر میں ہر ماہ تین ہزار گھروں کی ضرورت ہے۔ راولپنڈی شہر کو تقریباً 1200 گھروں کی، اسی طرح سیالکوٹ، گوجرانوالہ ایک ہزار گھروں کی ماہانہ ضرورت ہے۔ اگر اسے دیکھا جائے تو یہ بڑا اچھا اقدام کیا گیا ہے کہ سرکاری سرپرستی میں 250 ملین روپے کی seed money بھی رکھ دی گئی ہے اور اس کے لئے international companies کو بھی مدعو کیا جائے گا کہ چھ سات ہزار سے کم آمدنی والے لوگوں کو سستے گھر بنا کر دیئے جائیں گے۔ اس کے ساتھ ساتھ دیہی علاقوں کے اندر دو لاکھ گھرانوں کو پانچ مرلہ سکیم کے حوالے سے پلاٹ دینے کی بات کی گئی ہے جو کہ بڑا اچھا اقدام ہے۔ پنجاب کے اندر بڑا عام یہ trend رہا ہے کہ سرکاری جگہوں پر قبضے کر کے کچی آبادیاں بنائیں اور انہی کچی آبادیوں کے انہیں مالکانہ حقوق دیئے گئے اور پھر انہی کچی آبادیوں پر ایم پی ایز، ایم این ایز

کے ہر تین چار سال بعد بار بار فنڈز لگتے ہیں جو کہ resources کا ایک ضیاع تھا۔ یہ بڑا اچھا اقدام ہے کہ اگر حکومت اپنی سرپرستی میں سرکاری اراضی پر بے گھر اور ضرورت مند لوگوں کو پانچ مرلے کے گھر دیتی ہے تو یہ بڑی اچھی بات ہے اور یہ بڑی اچھی تعداد بھی ہے کہ دس لاکھ خاندان اس پراجیکٹ سے مستفید ہوں گے۔

یہاں پر بات ہوئی کہ Punjab Privatization Board نے پچھلے سال مختلف اضلاع میں تقریباً4۔ارب روپے کی سرکاری املاک کی نیلامی کی اور پیسے اکٹھے کر کے ترقیاتی کاموں پر خرچ کئے۔ اس میں سب سے بڑی اہم بات یہ ہے اور جس پر Opposition نے بھی بڑا اچھا احتجاج کیا تھا کہ سرکاری جگہوں کو بیچا جا رہا ہے۔ میں یہ بات یہاں پر بتانا چاہتا ہوں کہ پچھلے چھ ماہ کے اندر ہی Privatization Board کے سامنے ایسے اعداد و شمار آئے ہیں کہ تقریباً9 بلین روپے کی پراپرٹی سرکار کی ایسی ہے جس پر لوگوں نے قبضے کئے ہوئے ہیں اور عدالتوں میں ان کے stay چل رہے ہیں اور یہ قبضے پچھلے پچاس ساٹھ سال سے تھے اور جو اچھا اقدام ہوا ہے کہ یہ پہلی دفعہ Board Privatization ان املاک کو سرکاری تحویل میں لینے کے لئے عدالتوں میں گیا ہے اور تقریباً9 بلین روپے یہ اور ابھی بھی کئی بلین روپے کی پراپرٹی سرکار کی لوگوں کے پاس ہے، بڑے بڑے لوگوں نے اس پر قبضے کئے ہوئے ہیں۔ یقیناً یہ اربوں روپے جن اضلاع میں پراپرٹیاں فروخت کی جا رہی ہیں وہاں پر کام آئیں گے۔

تنخواہیں بڑھانے کی بات ہوئی ہے تو اس میں چھوٹی سی بات میں یہ شامل کرنا چاہوں گا کہ پچاس فیصد تنخواہیں بڑھائی گئی ہیں۔ میری نظر میں اس میں تھوڑی سی تبدیلی کی ضرورت ہے کہ پنجاب کے اندر ایسے افسران جو 20,21 اور 22 ویں سکیل میں ہیں جن کے پاس پہلے ہی تین تین چار چار کاریں، گھر اور سٹاف بھی موجود ہے تو ان کی تنخواہوں کو پچاس فیصد بڑھانے کی بجائے اگر گریڈ ایک سے 12 تک کے ملازمین کی تنخواہیں پچاس کی بجائے 60 یا 70 فیصد بڑھا دی جائیں تو یہ زیادہ بہتر رہے گا نہ کہ انہی افسران کو دوبارہ سے oblige کیا جائے جن کے پاس پہلے ہی بہت سی سہولیات موجود ہیں۔ ان کی تنخواہوں میں پچاس فیصد اضافہ کرنے کی میرے خیال میں ضرورت نہ ہے۔ ابھی یہاں پر میرے ایک فاضل ممبر نے حکم فرمایا تھا کہ یہاں پر دو تین ممبران نے ایک خاص کلاس کے لئے بات کی تھی تو انہوں نے حکم فرمایا کہ اس کلاس کے خلاف بات نہ کی جائے تو وہ اس وقت موجود نہیں ہیں اور میں ان سے

گزارش کرنا چاہتا تھا کہ یہاں پر موجود اگر کسی بھی ممبر، جاگیر دار اور سرمایہ دار کے خلاف بات ہوتی ہے، اگر کسی کے پاس ہزاروں مربع ہیں، ہزاروں ایکڑ ہیں تو ہمیں اس پر اعتراض نہیں ہے۔ اگر کسی کے پاس دس دس ہزار کی لیبر کام کرتی ہے، ہزاروں مزارعین کام کرتے ہیں تو ہمیں اس پر اعتراض نہیں ہے۔ ہمیں حقیقت میں اعتراض اس استحصالی سوچ پر ہے، اس فکر پر ہے اور اس جاگیر دارانہ سوچ پر ہے جس نے پاکستان کی غریب عوام کو ترقی نہیں کرنے دی۔ ہمیں اس سوچ پر اعتراض ہے کہ تین سو سال پہلے آنے والا مزارع آج بھی اس کے ماتحت ہے، وہ پڑھا لکھا ہے، اس کی اولاد پڑھ سکی ہے اور نہ ہی وہ صحت کی سہولتیں لے سکا ہے۔ یہاں پر بار بار سستی روٹی، دانش سکول اور جنوبی پنجاب کی بات ہوتی رہی ہے۔ میں بتانا چاہتا ہوں کہ یہ دانش سکول کا مسئلہ نہیں، یہ سستی روٹی کی بات نہیں، یہ جنوبی پنجاب کی محرومی کی بات نہیں بلکہ آج میاں محمد شہباز شریف پنجاب کی 90 فیصد عوام کی نمائندگی کرتے ہوئے جب سامنے آئے ہیں تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ ایک طبقاتی جنگ کا آغاز ہو چکا ہے۔ یہ طبقاتی جنگ ان قوتوں کے خلاف ہے جن کی اگر فیملی چارٹ کی history پڑھیں، یہاں میرے معزز ممبر ابھی فرما کر گئے ہیں کہ میرے بڑے بھی اس اسمبلی کا حصہ تھے، میں بھی حصہ ہوں اور آنے والی نسلیں بھی حصہ رہیں گی، اگر ان کا فیملی چارٹ پڑھیں تو ان کے بڑے یقیناً مغلوں کے دربار کا بھی حصہ رہے، انگریز دربار کا بھی حصہ رہے، رنجیت سنگھ کے دربار کا بھی حصہ رہے، پاکستان میں جمہوری اور غیر جمہوری قوتوں کے دربار کا بھی حصہ رہے ہیں۔ آج پنجاب کی محرومیوں کی بات کرنے والے پنجاب کا بھی حصہ ہیں اور مرکز کا بھی حصہ ہیں۔ حقیقت میں آج جنوبی پنجاب کی محرومیوں کی بات نہیں ہے، یہ محرومیاں تو اسی وقت ختم ہو جائیں گی جب آپ وہاں پر دانش سکول بند کر دیں گے، جب آپ وہاں کے لوگوں کو اچی سن level کی تعلیم دینے کی بات بند کر دیں گے، جب آپ ایک غریب کو دو وقت کی روٹی -/2 روپے میں دینے کی بات بند کر دیں گے تو انہیں کوئی جنوبی پنجاب کی کسی چیز کی محرومی یاد نہیں آئے گی۔ میں ان سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ انہیں ہر سال 5۔ارب روپے کی سبسڈی جو لاکھوں غریب لوگوں کے پیٹ میں جاتی ہے وہ تو نظر آتی ہے لیکن پنجاب کے اندر 50۔ارب روپے کی پنجاب بنک کی ڈکیتی نظر نہیں آتی۔ ان کو -/2 روپے کی روٹی جو غریب کے پیٹ میں جاتی ہے وہ تو نظر آتی ہے لیکن رابرٹ فارم اور اس کی شکل میں لوٹے ہوئے کروڑوں روپے نظر نہیں آتے۔ انشاءاللہ آج یہ جنگ جو میاں محمد شہباز شریف صاحب لے کر

چلے ہیں میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ اس طبقے کی جنگ ہے جس کا سالوں سے پاکستان کے اندر استحصال ہوا ہے۔ یہاں پر اگر بار بار جنوبی پنجاب کی بات کی گئی ہے تو میں ان سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس جنوبی پنجاب کا استحصال اس وقت کیوں نہیں ہوا جب آپ وزیر اعظم رہے، اس وقت استحصال کیوں نہیں ہوا جب آپ وزیر اعلیٰ بھی رہے، یہ استحصال اس وقت کیوں نہیں ہوتا جب آپ اقتدار کا حصہ ہوتے ہیں، یہ پنجاب اور اس کی محرومیوں کا استحصال اس وقت کیوں نہیں ہوتا جب آپ ایوان اقتدار کے اندر بیٹھتے ہیں؟ یہ استحصال اس وقت کیوں ہوتا ہے جب آپ اقتدار کا حصہ نہیں ہوتے، جب پنجاب کے اندر عام آدمی کی بات کرنے والے اقتدار میں ہوتے ہیں، یہ استحصال آپ کو اس وقت کیوں نظر آتا ہے؟ میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ یہ طبقاتی جنگ جس کا آغاز میاں محمد نواز شریف اور ان کے ساتھ چلنے والی ٹیم نے کر دیا ہے انشاء اللہ یہ 90 فیصد محرمیوں کے شکار عوام کا حق ہم لے کر رہیں گے۔ رہی بات دانش سکول کی تو ان کو تو اعتراض ہے کہ جنوبی پنجاب میں آپ تین یا چھ سکول کیوں بنا رہے ہیں، ان کو اعتراض ہے کہ آپ 5۔ارب روپے کی سبسڈی غریب عوام کو روٹی پر کیوں دے رہے ہیں، ان کو اعتراض ہے کہ آپ جنوبی پنجاب کے ہسپتالوں میں فری علاج کیوں دے رہے ہیں؟ ان کو اعتراض ہے کہ آپ ہمارے جہاز لینڈ کرنے کی جگہ کو تو نہ چھیڑیں لیکن غریب عوام کو سڑکیں نہ دیں۔ میں ان کے اعتراضات کے حوالے سے جواب دینا چاہتا ہوں کہ اس سال تو آپ کو 5۔ارب روپے سے غریب عوام کو دی جانے والی روٹی پر اعتراض ہے، انشاء اللہ یہ سکیم ایسی کامیاب ہوگی کہ اگلے سال ہم اس کے لئے 10۔ارب روپے رکھیں گے۔ اگر آج لاکھوں لوگوں کو جا رہی ہے تو کل یہ سبسڈی انشاء اللہ کروڑوں غریب لوگوں تک جائے گی۔ رہی دانش سکول کی بات تو یہ صرف چھ تک ہی انشاء اللہ محدود نہیں رہیں گے بلکہ پورا جنوبی پنجاب، پورا وسطی پنجاب انشاء اللہ اسی طرح کی جدید تعلیم حاصل کرے گا۔ اسی طرح کی سہولیات ملیں گی جو یہ خود جا کر ہاورڈ یونیورسٹی اور آکسفورڈ یونیورسٹی میں لیتے ہیں۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ وہ طبقہ جو ہمیشہ محرومیوں کا شکار رہا ہے انشاء اللہ ہماری حکومت یہ تمام سہولتیں جنوبی پنجاب والوں کو دے گی، وسطی پنجاب والوں کو وسطی پنجاب میں دے گی اور ہم پنجاب کے ہر کونے کونے میں انشاء اللہ یہ سہولتیں پہنچائیں گے۔ شکریہ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ جناب اعجاز احمد خان (ایڈووکیٹ)!

جناب اعجاز احمد خان (ایڈووکیٹ): بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب سپیکر!

ارادے جن کے پختہ ہوں نظر جن کی خدا پر ہو
طلاتم خیز موجوں سے وہ گھبرایا نہیں کرتے

بجٹ 11-2010 اسمبلی کے ہاؤس میں tabled ہو چکا ہے اور میں ذاتی طور پر یہ سمجھتا ہوں کہ اس بجٹ کو اگر پنجاب کی تاریخ کا آئیڈیل ترین بجٹ نہ کہا جائے تو حالات سے زیادتی ہو گی۔ یہ ایک ایسا بجٹ ہے جس میں کوئی نیا ٹیکس شامل نہیں کیا گیا بلکہ ٹیکس کی کٹوتی ہوئی ہے۔ جیسے CVT یہ 4 فیصد سے 2 فیصد پر لایا گیا۔ اس کے علاوہ بہت سارے معاملات میں عام شخص کی فلاح و بہبود کو مد نظر رکھا گیا ہے اور اس کو ریلیف دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ جب ہم بات کرتے ہیں بجٹ کی تو یہ کسی بھی حکومت کی ترجیحات کی reflection ہوتی ہے۔

الحمدللہ آج ہمارا سر فخر سے بلند ہوتا ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ عوام کی فلاح و بہبود کی بنیاد پر ترجیحات set کی گئی ہیں۔ یہ بجٹ خود بول رہا ہے کہ صوبے میں تعلیم کا ایک trend set کیا گیا ہے۔ لوگوں کو تعلیم کی طرف راغب کیا گیا ہے، لوگوں کی طبی ضروریات کو مد نظر رکھا گیا ہے۔ ان لوگوں کے لئے جن کے لئے دو وقت کا پیٹ بھرنا مشکل ہے آج اٹک سے لے کر صادق آباد تک تمام سرکاری ہسپتالوں میں فری علاج کی سہولت دینا عوام کے ساتھ اور ان کے حقوق کی تکمیل کے ساتھ حکومت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ میں فری ڈائیلسز کی بات کرتے ہوئے کہوں گا کہ آج وہ لوگ جو یہاں اس ٹھنڈے ہال میں اپوزیشن کا کردار ادا کر رہے ہیں اور اپوزیشن برائے اپوزیشن کر کے point scoring کرنے کی کوشش کر رہے ہیں ان کو اس بات کا ادراک ہونا چاہئے کہ وہ ان غریبوں کے issues کو سوچیں جن کی چھ ہزار یا سات ہزار روپے آمدنی ہے اور اگر ان کا کوئی بچہ یا بچی کسی لاعلاج مرض میں چلے جائیں تو گھر بیچ کر بھی شاید وہ اس کا علاج نہ کرا سکیں۔ اگر خادم پنجاب میاں محمد شہباز شریف نے عوام کو سہولت ان کی دہلیز پر نہ دی ہوتی میں ذاتی طور پر یہ سمجھتا ہوں کہ تعلیم کے معاملے میں جو میں نے عرض کیا یہ اس صوبہ میں

کبھی کلچر نہیں رہا، یہاں آج جو اپوزیشن ہے وہ اقتدار میں بھی رہی ہے اس صوبے میں میرٹ کو کبھی پیش نظر نہیں رکھا گیا۔ 34 ہزار اساتذہ کی ایجوکیٹرز کے طور پر شعبہ تعلیم میں induction سے ہمارا سر فخر سے بلند ہو جاتا ہے، ہم بھی سیاسی لوگ ہیں، عوام کے ووٹ سے منتخب ہوئے ہیں، ہم بھی چاہتے تھے کہ ہم اپنے قریبی لوگوں کو جنہوں نے ہمیں الیکشن میں support کیا ان کے بچے اور بچیاں وہ ماورائے میرٹ آگے آئیں اور ان کو نوکریاں ملیں لیکن ہم نے ذاتی مفاد کو پیش نظر نہیں رکھا بلکہ اس کو پس پشت ڈالا۔ ہم نے قومی مفاد اور صوبے کی عوام کے مفاد کو پیش نظر رکھا۔ اگر سوسائٹی میں پڑھے لکھے لوگوں کو آگے بڑھنے کا موقع فراہم نہ کیا جائے تو سوسائٹی زنگ آلود ہو جاتی ہے۔ الحمدللہ ہمیں اس بات پر فخر ہے کہ ہم نے وہ موقع فراہم کیا ہے۔ ہم نے intelligentsia اور قابل لوگوں کو ان کی قابلیت کے مطابق الحمدللہ یہ منصب دیا ہے ہمیں یقین ہے کہ سفارشی لوگ deliver نہیں کر سکتے، فقط میرٹ پر آگے آنے والے لوگ میرٹ کی توقیر بلند کرتے ہیں اور وہی لوگ deliver کرتے ہیں۔ الحمدللہ جب آج میں اپنے حلقے کے سکولوں کے اندر جاتا ہوں تو نئے بھرتی ہونے والے لوگوں کے چہرے دیکھ کر اور ان میں کچھ کر گزرنے کی determination دیکھ کر میرا سر فخر سے بلند ہو تا ہے۔

جناب سپیکر! بات یہاں پر ختم نہیں ہوتی بلکہ میرے بچے، اس ایوان میں بیٹھے ہوئے لوگوں کے بچے اور نوکر شاہی سے منسلک لوگوں کے بچے تو پرائیویٹ سکولوں میں اور اعلیٰ اداروں میں پڑھتے ہیں لیکن آج کے دور حاضر میں ہمارے سرکاری سکولوں کے اندر جو I.T کی ضرورت ہے اس سلسلے میں وہاں مکمل طور پر محرومی تھی، الحمدللہ اس محرومی کا خاتمہ اس حکومت نے کیا ہے اور چار ہزار سکولوں کے اندر I.T lab کی فراہمی چھوٹی بات نہیں ہے اس کے علاوہ اساتذہ کی ٹریننگ، اگر اساتذہ induct ہوں اور ان کی ٹریننگ کا سسٹم نہ ہو تو میں سمجھتا ہوں کہ ان کی صلاحیتیں زنگ آلود ہو جاتی ہیں تو اس لئے ایک مسلسل ٹریننگ کے process کی انشورنس بھی کی اور اسے بجٹ کے اندر بھی رکھا۔ دانش سکولوں کے بارے میں کون نہیں جانتا کہ چیف منسٹر صاحب کا اس کے اندر کتنا pious vision ہے غریبوں کے بچے اور ایسی neglected community کے بچے جن کے پاس وسائل نہیں یا ان کے سر پر کوئی ہاتھ رکھنے والا نہیں ہے ان کو ایچی سن کالج level کے سکولوں کی دور دراز علاقوں میں فراہمی، یہ empowerment and public empowerment ہے اور عام شہریوں کی ضرورت کو مد نظر رکھنے

کی سوچ ہے۔ الحمدللہ جب یہ پایۂ تکمیل تک پہنچیں گے تو صوبہ بھر کے غریب بچے ان کے اندر جائیں گے تو الحمدللہ ان کو آگے بڑھنے کے مواقع بھی ملیں گے، ان کو قومی ترقی کے اندر contribution کا موقع بھی ملے گا اور صوبہ بھی ترقی کے راستہ پر گامزن ہوگا۔

جناب سپیکر! missing facilities کے حوالے سے میں بات کرتا ہوں کہ یہاں پر بیٹھے ہوئے میرے دوستوں نے پچھلے دور کی بھی بات کی اور پڑھے لکھے پنجاب کی بھی بات تو اس سلسلے میں اخباروں اور ٹی وی چینلوں کا پیٹ بھرا گیا ان کے مالکان کو فائدہ دیا گیا تاکہ پولیٹیکل طور پر مفلوج طاقت کو وہ سہارا دیں لیکن اس slogan کے آگے کوئی اور بات نہیں تھی۔ آج الحمدللہ دور دراز علاقوں میں missing facilities فراہم کی گئیں اور کی جارہی ہیں۔ جہاں پر سکولوں کے اندر راتوں کو جانور باندھے جاتے تھے اور صبح وہاں سے ان کو نکال کر بچوں کو زمین پر ٹاٹ بیچھا کر بیٹھاتے اور تعلیم دی جاتی تھی ہم نے اس سسٹم کو ختم کیا ہے تاکہ وہاں پر پڑھنے والے بچے کی عزتِ نفس مجروح نہ ہو بلکہ وہ ایک dynamic سوچ کے ساتھ آگے بڑھیں اور اسے ایسی فضا ملے جو کہ باعزت تعلیم حاصل کرنے کی فضا ہو۔

جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس ضمن میں میری ایک تجویز بھی ہے کہ صوبہ بھر میں جو سرکاری اور پرائیویٹ سکول ہیں ان کے اندر یک نصابی نظام بھی شروع کر دیا جائے تو یہ صوبے کی بہت بڑی خدمت ہوگی اور discrimination کا خاتمہ ہوگا۔ میں آپ سے یہ عرض کروں کہ پاکستان کے اندر صاف پانی کی دستیابی کا بہت بڑا مسئلہ ہے اس بجٹ کے اندر ترجیحاً صاف پانی کی فراہمی کو ensure کیا گیا ہے۔ میں ذاتی طور پر سمجھتا ہوں کہ ایک لمبے عرصے تک یہ سہولت نہ ہونے کی وجہ سے صوبہ پنجاب کی عوام ہیپاٹائیٹس میں مبتلا ہو رہی ہے اور صوبے کی بہت سارے لوگ وقت سے پہلے اسی موذی مرض کی وجہ سے قبرستان میں چلے گئے۔ liver plantation کا پاکستان کے اندر آج تک کوئی یونٹ نہیں ہے اور وہ لوگ جو مراعات یافتہ ہیں وہ سنگاپور اور انڈیا کے اندر جا کر trans plantation کرواتے ہیں لیکن غریب اور درمیانے طبقے کے آدمی کے لئے یہاں پر ایسی کوئی سہولت نہیں تھی تو اس حکومت اور اس حکومت کے قائد کو یہ سہرا بھی جاتا ہے کہ تین liver plantation کے مراکز کا اجراء ہوگا۔ الحمدللہ یہ وہ قومی خدمت ہے۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ ان neglected areas میں میڈیکل کالج کا اجراء ہو رہا ہے۔ آج یہاں پر جو بات ہوئی ہے اور Southern Punjab کے حوالے سے یہ فیشن بن گیا ہے۔ ہم ذاتی طور پر سمجھتے ہیں کہ equitable distribution funds جو ہیں یہ صوبے کے تمام علاقوں کے عوام کا حق ہے اور الحمدللہ یہ حق اس بجٹ کے ذریعے ان تک پہنچا ہے بلکہ ان کے حق سے زیادہ ان تک پہنچا ہے۔ یہ دیکھیں لاہور کی بات ہوتی ہے لاہور کے صدر رِنگ روڈ کا جو portion ہے اس کو drop کر دیا گیا ہے اور جنوبی پنجاب کو وسائل بھجوائے گئے ہیں تاکہ وسائل کی تقسیم کے حوالے سے ان کے اندر محرومی نہ رہے لیکن اب بات ان equitable distribution funds کی نہیں لگتی بلکہ بات regional حد بندی کی لگتی ہے اور کچھ لوگ صوبے کے اندر علاقائی حد بندی قائم کرنا چاہتے ہیں تو آج میں اس مقدس ایوان کے اندر ان پر یہ بات واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ اپنے قومی challenges کو دیکھیں کہ اس ملک کو کیسے قومی challenges درپیش ہیں، ملک کے اندر دہشت گردی ہے، ملک کے اندر وسائل کی کمی ہے، انڈسٹری بند ہو چکی ہے اور ہمارے ملک کے اندر resource محدود ہو چکے ہیں ایسے حالات میں ان کو attend کرنے کی ضرورت ہے، صوبوں کی بڑھوتری کی بات ذہن سے نکال دی جائے کیونکہ آج پاکستان ایسی کسی بھی کوشش اور کاوش کا چاہے وہ کسی بھی سوسائٹی طرف سے ہو متحمل نہیں ہو سکتا۔

جناب سپیکر! میں کچھ اس حوالے سے یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ یہ 193۔ارب روپے کا جو ترقیاتی بجٹ ہے یہ پنجاب کی تاریخ میں سب سے بڑا بجٹ ہے ان حالات میں جبکہ ہمیں پولیس کا بجٹ بڑھانا پڑا ہے اور غیر ترقیاتی بجٹ بڑھانا پڑا ہے لیکن اس کے باوجود میں سمجھتا ہوں کہ حکومت کو جتنا بھی خراج تحسین پیش کیا جائے کم ہے مسئلہ یہ ہے کہ بجٹ approve ہونے کے بعد پہلے ماہ تک کچھ نہیں ہوتا۔ 193۔ارب روپے کی رقم میرٹ پر ایمانداری کے ساتھ اور مناسب جگہوں پر لگانے کے لئے ہمیں ٹائم بھی درکار ہوتا ہے تو اس سلسلے میں میری تجویز ہوگی کہ یہ آخری کوارٹر کے اندر جو development شروع ہو جاتی ہے اور بعد میں fund lapse ہو جاتے ہیں اس مزاج کے خاتمہ کے لئے جولائی سے ہی ان سکیموں کو approve کر کے کام شروع ہونا چاہئے تاکہ سو فیصد ترقیاتی بجٹ عوام کی فلاح کے لئے پورے سال کے اندر خرچ ہو اور بجٹ lapse نہ ہو۔

جناب سپیکر! pro poor communities کی سکیموں کے لئے subsidy کو 21۔ارب روپے تک لے جانا بہت بڑی بات ہے میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہم سب لوگ جو اپنے علاقے کے غریب عوام کی یہاں نمائندگی کرتے ہیں وہ ہم سے اس بات کا مطالبہ کرتے ہیں کہ جمہوریت کا لاپ لاپنے والے سیاست دانوں یہ بتاؤ کہ کیا یہ نظام کچھ deliver بھی کرتا ہے ؟یہ نظام آمریت سے بہتر کس طرح ہے اور اس نظام نے ہمیں کیا دیا ہے؟ اس سال کا بجٹ جو ہمارے وزیر خزانہ نے پیش کیا ہے یہ بجٹ اس کا جواب ہے۔ دیکھو یہاں پر youth employment کا بھی فنڈ قائم کیا جارہا ہے، اس میں غریبوں کو چھت دینے کے لئے یہاں پنجاب میں پنجاب لینڈ ڈویلپمنٹ کمپنی بھی قائم کی جارہی ہے جو 250 ملین روپے کے ساتھ بن رہی ہے تو یہ ہر فیصلہ عوام کی فلاح بہبود کے لئے کیا گیا اور ہر قدم عوام کی فلاح وبہبود کے لئے اٹھایا گیا۔

جناب سپیکر! جب مقامی حکومتوں کی بات ہوتی ہے تو پچھلی حکومت نے ہمیشہ فخر کیا کہ ہم devolutions plan لے کر آئے، ہم نے مقامی حکومتیں دیں لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ Devolution plan is a defective plan، خود اپنے letter and spirit کے ساتھ عملدرآمد نہیں کر سکے۔ وسائل دے دیئے گئے لیکن accountability کا absolutely concept نہیں تھا۔ جس کی وجہ سے بڑے پیمانے پر مالی بے قاعدگیاں سامنے آئیں۔ Districts Ombudsman بنے، وفاقی Police Safety Commission بنے اور نہ ہی Police Complaint Cell بنے، اور نہ ہی Public Safety Commission بنے ایک ایسا نظام جس کو یہ خود implement نہیں کر سکے، ہمیں آکر صرف اور صرف آمریت کے لئے civil force تیار کرنی تھی، وہ سارا نیٹ ورک پولیٹیکل مقاصد کے لئے بنایا گیا۔ اکیس ممبران کی یونین کونسل کے اندر نمائندوں کا ایک گروپ بنا دیا گیا، ناظم ضلع کے اندر نمائندگی کرے، نائب ناظم ٹاؤن کے اندر نمائندگی کرے لیکن کونسلروں کی فوج کو کوئی پوچھنے والا نہیں، ان کا کوئی اختیار نہیں تھا اس میں صرف اور صرف پرویز مشرف کے مذموم ارادے تھے کہ وہ عوام کو اس لالچ کے ساتھ ملا کر اپنے ساتھ اپنی political strength بنائے گا اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں تھا۔ ہم ایک ایسا مقامی حکومت اور بلدیاتی سسٹم introduce کروانے کی طرف بڑھ رہے ہیں جو کہ لوکل سطح پر

غریب عوام کو support دے گا، جس کے اندر accountability کا سسٹم بھی موجود ہو گا اور جس کے اندر ایک ایسا شفاف سسٹم ہو گا جو deliverance بھی کرے گا۔ اس بجٹ کے اندر 164۔ارب روپے مقامی حکومتوں سے خرچ کرنے کا اعادہ اس بات کا مظہر ہے کہ صوبائی حکومت مقامی حکومتوں کی ضرورت کو سمجھتی ہے اور ہم انشاء اللہ اسی سال کے اندر انتخابات کرواکر منتخب نمائندگان کے ذریعے 164۔ارب روپیہ خرچ کریں گے۔

اگر میں Rescue 1122 کی بات نہ کروں تو زیادتی ہو گی۔ جب ہم نے takeover کیا تو صرف 12 اضلاع کے اندر Rescue 1122 تھا ہم نے پورے پنجاب کے اندر اس نیٹ ورک کو پھیلایا مجھے خود اس کونسل کی نمائندگی کا اعزاز حاصل ہے۔ شب وروز بیٹھ کر ہم نے کہا کہ Rescue 1122 کی کسی بھی ناگہانی واقعے کو respond کرنے کی صلاحیت بہتر ہونی چاہئے اس کے لئے بھی بجٹ میں 2۔ارب روپے رکھے گئے ہیں۔ اس بجٹ کے اندر دو سو چھوٹے ڈیموں کی بات بھی کی گئی ہے۔ وزیر اعلیٰ پنجاب نے energy conference میں یہ بات کی تھی کہ ہم پنجاب کے اندر ایک بہت بڑا potential پاتے ہیں اور وہ گنے کے پھوک سے بجلی پیدا کرنے کی صلاحیت ہے اور پنجاب کے اندر بہت ساری شوگر ملیں بھی موجود ہیں۔ یہاں پر منسٹر فنانس موجود ہیں تو میں ان سے اس بات کی گزارش کرتا ہوں کہ یہ منصوبہ بھی اس بجٹ کے اندر شامل کیا جائے اور پنجاب میں پھوک سے ایک ہزار میگاواٹ بجلی پیدا کرنے کی صلاحیت سے فوری طور پر استفادہ حاصل کیا جائے۔

صوبائی ٹیکس ریونیو میں 91۔ارب روپے کا ہدف رکھا گیا ہے، non tax revenue جو ہے وہ 24۔ارب روپے کا ہے۔ یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ کرپٹ مشینری کی وجہ سے پنجاب کے اندر محاصل اکٹھے نہیں ہوتے۔ عوام کی فلاح و بہبود محاصل کی collection سے ہوتی ہے اور اگر محاصل ایمانداری کے ساتھ اکٹھے نہ کئے جائیں اور اس میں ریاست کو انجکشن لگایا جائے۔ 70 فیصد انجکشن ریاست کو جائے، 10 فیصد ریاست کے خزانے میں جائے اور 20 فیصد افسروں کی جیبوں میں چلا جائے تو پھر ہماری survival نہیں ہو سکتی، پھر ہم عوام کی خدمت نہیں کر سکتے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم نے revenue collection کے جو اہداف مقرر کئے ہیں ان کو 100 فیصد implement کرنے کے لئے ریاستی مشینری پر check and balance بڑھایا جائے۔ میں چیف منسٹر صاحب کو appreciate کرتا ہوں

کہ انہوں نے ایک Anti Corruption Commission بنایا ہے جس میں ریٹائرڈ ججز، سینئر وکلاء اور ریٹائرڈ بیورکریٹس ہوں گے کیونکہ موجودہ Anti Corruption جس کو عرف عام میں لوگ aunty corruption کہتے ہیں وہ ان ریاستی مشینری پر balance check and رکھنے میں ناکام ہو چکا، وہاں پر بیٹھا گریڈ اٹھارہ کا افسر گریڈ بائیس کے افسر پر ہاتھ نہیں ڈال سکتا، اس کی ٹانگیں کانپتی ہیں۔ اگر ہم چاہتے ہیں تو اس کمیشن کو جو چیف منسٹر صاحب نے بنایا ہے اس کو بااختیار کیا جائے اور حکومت کا سب سے اہم کام tax collection ہونا چاہئے۔ ماضی کے اندر ہمیں tax collection میں ذاتی طور پر جن مسائل کا سامنا ہوا ہے میں اُمید کرتا ہوں کہ مربوط strategy کے ساتھ اور اپنے vision کو practically implement کرتے ہوئے ہم ان اہداف کو حاصل بھی کریں گے اور black sheep جو کہ revenue collection کے اندر بہت بڑی رکاوٹ ہیں ان کو نکال باہر پھینکیں گے۔ میں انہی الفاظ کے ساتھ آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آج آپ نے بھرپور انداز میں ہمیں ٹائم دیا اور اپنی معروضات House میں پیش کرنے کے لئے موقع فراہم کیا۔ آپ کا بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، جناب اللہ رکھا صاحب!

جناب اللہ رکھا: جناب سپیکر! شکریہ۔ میں شکریہ ادا کرتا ہوں وزیر اعلیٰ، خادم اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف کا، وزیر خزانہ پنجاب جناب تنویر اشرف کائرہ صاحب کا اور ان کی ٹیم کا جنہوں نے tax free budget پیش کرکے پنجاب کے عوام کو ایسا تحفہ دیا ہے جس کی تلاش اور جستجو تھی۔ وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف نے جب وزیر اعلیٰ کا حلف لیا اور حلف لینے کے بعد اپنی ترجیحات کا اعلان کیا تو اس میں زندگی کے جتنے بھی شعبے ہیں ہر ایک کا ذکر تھا۔ تعلیم کا شعبہ ہو، صحت کا شعبہ ہو، زراعت کا شعبہ ہو یا انسانی زندگی سے متعلق کوئی بھی شعبہ ہو ان شعبوں سے متعلق انہوں نے جو اعلانات کئے تھے اللہ کے فضل و کرم سے آج اس کے اثرات ایک عام آدمی تک بھی پہنچ رہے ہیں۔ اگر آپ تعلیم کے شعبے میں چلے جائیں تو آج سے تین یا چار مہینے پہلے پنجاب کی تاریخ میں پہلی مرتبہ 35 ہزار ایجوکیٹرز کی بھرتی کی گئی اور الحمدللہ مجھے فخر ہے اپنے قائد اور اپنے ان دوستوں پر کہ کسی ایک دوست نے بھی آپ صحافی برادری کو لے لیں، کسی نے بھی اس بھرتی پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ یہ credit ہاؤس میں بیٹھے

ہوئے دوستوں کو اور قائد ایوان میاں محمد شہباز شریف کو جاتا ہے۔ الحمد للہ آج پنجاب کا کوئی بھی سکول ہو وہاں اللہ کے فضل و کرم سے کتابیں مفت دی جا رہی ہیں، تعلیم مفت دی جا رہی ہے اور اس کا credit بھی پنجاب گورنمنٹ کو جاتا ہے۔ میں ایک نعرہ پچھلے آٹھ سالوں میں بڑے بڑے sign boards پر پڑھتا تھا آپ بھی گزرتے ہوئے پڑھتے ہوں گے "پڑھا لکھا پنجاب" لیکن یقین جانیں کہ میں نے کوئی ایسا سکول نہیں دیکھا تھا جہاں کتابیں مفت ملتی ہوں، تعلیم مفت ملتی ہو۔ اگر میں پنجاب سے ہٹ کر صرف اپنے حلقے کی بات کروں تو میرے حلقے میں 22 مڈل سکول تھے الحمد للہ ڈیڑھ سال کے عرصے میں وہ 22 سکول ہائر سیکنڈری سکول بن چکے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اسی percentage کے حساب سے پورے پنجاب میں سکولوں کو upgrade کیا گیا ہے، جو ہائی سکول تھے ان کو انٹر میڈیٹ اور سیکنڈری کا درجہ دیا گیا ہے، اس کا سارا credit پنجاب اسمبلی اور ہمارے لیڈر کو جاتا ہے۔

میں پنجاب کارڈیالوجی میں کسی شخص کی تیمارداری کے لئے گیا تو وہاں باہر ایک شخص بیٹھا تھا جس کا نام سرفراز تھا وہ اور اس کی بیوی اس کے پاس بیٹھی رو رہی تھی۔ میں نے ان سے پوچھا کہ بی بی! کیا مسئلہ ہے تو کہنے لگی کہ ہمارے پاس پیسے نہیں تھے اس لئے ڈاکٹروں نے ہمیں باہر نکال دیا ہے۔ میں نے ڈاکٹر سے بات کی تو آپ یقین کریں کہ اگلے ہی دن اس کا بائی پاس ہوا اور یقین جانیں کہ ایک پیسا بھی اس بندے سے چارج نہیں کیا گیا۔ اس بندے کی خوشی کا عالم یہ ہے کہ وہ صبح، دوپہر، شام ایک ہی نام لیتا ہے میاں محمد شہباز شریف، میاں محمد شہباز شریف آپ کسی بھی ہسپتال میں چلے جائیں الحمد للہ آج آپ کو فری ادویات ملیں گی، آپ کو ڈاکٹر بھی ملیں گے اور آپ کو وارڈ کا سٹاف بھی چوکس نظر آئے گا۔ اس کا credit بھی انہی دوستوں کو جاتا ہے، اس اسمبلی کو جاتا ہے، آپ کو جاتا ہے جن کی کوششوں اور محنت سے، اللہ کے فضل و کرم سے آج ایک عام آدمی یہ محسوس کرتا ہے کہ اس تک اس کے اثرات آرہے ہیں۔ آپ زراعت کے شعبے کو ہی لے لیں کہ پچھلے دنوں کسانوں کے لئے جو گرین ٹریکٹر سکیم شروع کی گئی تھی اس کو میرٹ پر کیا گیا۔ اس تقریب میں، میں بھی موجود تھا میرٹ پر وزیر اعلیٰ نے خود بذریعہ قرعہ اندازی نام announce کئے۔ ناموں کے حساب سے وہ کمپیوٹر کا بٹن push کرتے تھے جس کا نام نکلا اس کو وہ ٹریکٹر دیا گیا۔ اس سکیم میں بھی کسی قسم کی کوئی سفارش قبول نہیں کی گئی۔ یہ انصاف الحمد للہ پارٹی سے بالاتر ہو کر بلکہ ہر چیز سے بالاتر ہو کر فراہم کیا گیا ہے۔ آج اس ملک، پنجاب کو سنوارنے کے

لئے کوشش کی جارہی ہے اور اس سلسلے میں ہم سب ایک ہیں اور اللہ کے فضل و کرم سے میاں محمد شہباز شریف صاحب کی قیادت میں ہم اس وقت تک کام کرتے رہیں گے جب تک ہمارا ملک، ہمارا پنجاب جس کا خواب قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ نے دیکھا تھا اس کی تکمیل نہیں ہو جاتی اللہ کے فضل و کرم سے ہم سب اس کے لئے کوشش کرتے رہیں گے۔

جناب سپیکر! سستی روٹی کے حوالے سے بات کرتا چلوں کہ ایک عام آدمی جو کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ پیٹ بھر کر کھانا کھالے گا اللہ کے فضل و کرم سے آج وہ بھی -/15روپے میں جتنا دل کرے کھا سکتا ہے۔ اگر وہ دس روٹیاں بھی کھانا چاہے تو کھا سکتا ہے۔ جو لنگر خانے کھولے گئے ہیں، جو دستر خوان کھولے گئے ہیں-/15روپے میں وہ خود بھی کھانا کھاتا ہے، اپنے گھر والوں کو بھی کھلاتا ہے اور خوشی خوشی چلا جاتا ہے۔ اس کا credit بھی آپ کو اور اس اسمبلی کو جاتا ہے میاں محمد شہباز شریف صاحب کو جاتا ہے۔ ہم یہ بھی مانتے ہیں کہ سستی روٹی سکیم کی management میں ابھی بہت سی خامیاں موجود ہیں لیکن جب آپ عزم کے ساتھ چلتے ہیں تو وقت کے ساتھ ساتھ وہ خامیاں بھی دور ہو جاتی ہیں۔ کچھ دن پہلے میں قصور کے دور دراز علاقے میں گیا وہاں بھی ایک سائن بورڈ لگا تھا، ایک بینر لٹک رہا تھا جس کے اوپر لکھا ہوا تھا کہ -/2روپے کی روٹی میاں محمد شہباز شریف کا کارنامہ ہے۔ آج آپ بارڈر پر بھی چلے جائیں تو آپ کو -/2روپے کی روٹی ملتی ہے۔ اللہ کے فضل و کرم سے انشاء اللہ تعالیٰ اور بھی ایسی فلاحی سکیمیں آئیں گی۔ آپ اور ہم سب مل کر عوام کو فائدہ پہنچانے کے لئے اپنی کوششیں جاری رکھیں گے اور انشاءاللہ تعالیٰ ایک دن آئے گا کہ جو ڈیوٹی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیں سونپی گئی ہے ہم سب اس سے سرخرو ہوں گے۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ میں صرف اتنا بتا دوں کہ آج جو نام دیئے گئے تھے اور ان میں سے جن لوگوں نے بات نہیں کی ان میں مہر اعجاز احمد اچلانہ صاحب، محترمہ ریحانہ اعجاز صاحبہ، محترمہ نگہت شیخ صاحبہ ہیں، ان کی باری اب آخر میں آئے گی۔ اگلے دن کے لئے یہ نام carry نہیں ہوں گے کیونکہ جن کے نام تھے ان سب کو ہم نے آج موقع دیا ہے کہ وہ اپنی بات کریں۔ اب میرے خیال میں وہ تمام دوست جن کے نام تھے وہ بات کر چکے ہیں اور کل بھی سالانہ بجٹ پر عام بحث جاری رہے گی۔ شکریہ

لہذا اب اجلاس بروز جمعتہ المبارک مورخہ 18۔جون 2010 کو صبح 9 بجے تک کے لئے ملتوی کیا جاتا ہے۔